شوال کے چھ روزے!

جناب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”أن رسول الله ﷺ قال: ((من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر .))“

(صحیح مسلم، رقم:١٩٨٤)

”اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر ان کے بعد شوال کے چھ (٦) روزے رکھے گویا اس نے زمانے بھر کے روزے رکھے۔“

اللہ کی کبریائی کا تقاضا

اللہ کی کبریائی تسلیم کر لینے کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے اور اس کی حاکمیت مطلقہ کو تسلیم کیا جائے اور اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے کیوں کہ جو بڑا ہوتا ہے اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور کرنی ہی چاہیے۔

چنانچہ موذن جب اذان کہتا ہے تو وہ زبان سے محض عربی کے چند کلمات ہی نہیں نکال رہا ہوتا بلکہ درحقیقت وہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ لوگو! اگر تم اللہ کی کبریائی اور بڑائی تسلیم کرتے ہو تو اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے سب کام چھوڑ کر مسجد میں آجاؤ! اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر حقِ بندگی ادا کر جاؤ! اور پھر بعد میں بھی اس کے احکام کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو!

اگر کوئی شخص اذان سننے کے باوجود نماز کے لیے نہیں اٹھتا تو اس نے گویا اللہ کو بڑا نہیں سمجھا بلکہ اپنے اس کام کو بڑا سمجھا جس میں وہ لگا ہوا ہے، اس نے اپنی دکان کو بڑا سمجھا، محفلِ احباب اور گپ بازی کو بڑا سمجھا، نیند اور آرام کو بڑا سمجھا اور نرم وگرم بستر کو بڑا سمجھا۔ جنھیں وہ اللہ کے لیے چھوڑ نہ سکا۔

اور پھر یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مافوق الاسباب حاکمیت وکبریائی تو زمین، آسمان، چاند، ستارے، سورج، جن وانس، زندیق، کافر، مشرک، مومن، غرض تمام کائنات مانتی ہے۔ اور سبھی اس کے تکوینی احکام کے سامنے چاروناچار سرِتسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔ مگر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اس کے تشریعی احکام اور اس کی ماتحت الاسباب حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ کیوں کہ اس میں انسان کو اختیار حاصل ہے، چاہے تو تسلیم کر لے اور چاہے تو انکار کر دے۔ اور یہی وہ بات ہے جس سے انسان باقی تمام مخلوقات سے ممتاز ہو جاتا ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

❁.....﴿وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ [آل عمران: ۸۳]

''آسمانوں اور زمین میں بسنے والے تمام اسی (اللہ) کے مطیع وفرماں بردار ہیں اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔''

❁.....﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [الجاثية: ۳۷]

''اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی کبریائی اور بڑائی ہے اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔''

دونوں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ تمام کائنات تکوینی طور پر اللہ کی مطیع وفرماں بردار ہے اور اس کی حاکمیت وکبریائی تسلیم کیے ہوئے ہے، اس لیے اے انسانو! تم اس کی تشریعی حاکمیت وکبریائی کو بھی تسلیم کر لو اور اس کو مکمل طور پر اپنے اوپر نافذ کر دو تاکہ تمھارے اور کائنات کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو جائے اور تمھاری زندگی کا سفر خوش گوار طور پر طے ہو سکے۔

(قاری نعیم الحق نعیم ﷫)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

11 شوال المکرم 1435ھ جمعۃ المبارک 08 تا 14 اگست 2014ء

ہفت روزہ الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 31 جلد 66

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

خط وکتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

ایک جسم ہونے کا حق !

حافظ احمد شاکر

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور ٹکڑے ٹکڑے مت ہو۔'' قرآن حکیم کا یہ وہ ابدی اور بنیادی حکم تھا مسلم اُمہ نے جب تک اس کا دھیان رکھا، اس کو تھامے رکھا تب تک وہ مسلم اُمت رہی اور جب اس میں قومیت کا ناسور پھیلنے لگا، علاقائی زہر سرایت کرنے لگا، عربی کو عجمی پر تفوّق اور گورے کو کالے پر حکم رانی دینے کی ناانصافی ہونے لگی تب سے حقوق اللہ میں غفلت شروع ہوگئی حقوق العباد پامال ہونے لگے، عدل عنقا اور ظلم چھانے لگ گیا اس لیے دنیا سے امن، آشتی، سکون اُٹھنا شروع ہوگیا، فساد فی الارض بڑھنے لگا اور اب جو بڑھتا ہی رہے گا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن حکیم میں صراحتاً فرما چکا ہے کہ:

''خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو اُنھوں نے کیا تاکہ وہ باز آجائیں۔'' (الروم:۴۱)

گزشتہ صدی میں صلیب نے ......مشہور تاریخی کردار......لارس آف عربیہ کے ذریعے جب مسلمانوں کے حصے بخرے کرنے کی پالیسی ترتیب دی تو اس نے سب سے پہلے خلافت عثمانیہ کو تاراج کرنے کو ترجیح دی، اس نے کہیں قبائل کی برتری کا ناقوس بجایا، کہیں زبان کا ہتھیار برتا کہیں علاقائی عصبیت کو جگایا اور کہیں عقیدے کی آڑ لے کر فائدہ اُٹھایا اور وحدت اُمت کی رسی......خلافت عثمانیہ......کو تار تار کر دیا جس سے طاغوت کو قبائلی سرداری کی انا کو خوئے حکمرانی میں ڈھالنا بہت آسان ہوگیا اور اس نے سرزمین عرب کو حجاز، اردن، عراق، کویت، شام، لبنان اور فلسطین کے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا، ان علاقوں کے معروف قبائل کو شاہراہ ملکویت پر چڑھا دیا اور طاغوت ملوکیت کے جراثیم سئیہ ان کے رگ و ریشے میں اُتارنے میں کامیاب ہوگیا۔ (ہاں اس شر میں سے خیر یہ برآمد ہوئی کہ سرزمین حجاز کے آل سعود کو اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ جیسا مصلح عطا فرما دیا جس نے آل سعود سے یہ معاہدہ طے کرلیا کہ آل سعود دینی احکام کے مطابق اپنے قوانین بنائیں گے جس میں اول ترجیح اسلامی حدود وتعزیرات کا نفاذ ہوگا، اور آل شیخ کا رحکم رانی یعنی انتظامات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس معاہدے کے ثمرات مبارکہ کو اب پورا عالم اس خطے میں دیکھ رہا ہے) فلسطین کا خطہ چونکہ بہت پسماندہ تھا طاغوت نے یہود کو یہ جگہ سجھائی اور یہود یہاں آکر اونے پونے داموں سے فلسطینی مسلمانوں سے زمینیں خریدتے رہے (جس طرح کچھ عرصہ سے روس کی آزاد ریاستوں میں یہود نے زمینیں نوے سالہ لیز پر اور خرید کر اپنے پنجے مضبوط کرنے شروع کر رکھے ہیں اور اسی طرح آج کل وطن عزیز میں بعض شمالی علاقوں کے نام نہاد مہاجرین بڑے شہروں کے بعض علاقوں میں سیاسی سرپرستوں کے زیر سایہ یہ طریقہ واردات اپنائے ہوئے ہیں) یہود ان سے زمینیں خریدتے بھی رہے اور دنیا بھر سے یہودیوں کو ارض فلسطین میں جمع بھی کرتے رہے تا آنکہ وہ ایک خالص نظریاتی مملکت کا اعلان کرنے کی پوزیشن میں آگئے کیوں کہ اس سے قبل خریطۂ عالم پر ایک خالص نظریاتی مملکت پاکستان وجود میں آچکی تھی۔ صلیب نے اسرائیل کے ناجائز قیام میں بھرپور حصہ لے کر صلیب و ہلال کی تاریخی کشمکش میں ایک ایسا کردار ادا کر دیا جو دنیا میں دائمی امن وسکون کی تباہی کا سبب بنا رہے گا۔

جذبہ انسانیت سے عاری، ہر انسانی اخلاق وفضیلت سے محروم، خودغرض وخود پسند اور انسانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے دائمی آرزومند یہود نے صرف اپنے چند فوجیوں کی گم شدگی پر آج کل سرزمین انبیاء علیہم السلام فلسطین میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا اس سفا کی سے شروع کی ہوئی ہے کہ چند ہی ہفتوں میں دو ہزار کے قریب مسلمان نوجوان، بوڑھے اور بچے شہید ہو چکے ہیں لیکن اس کی آتش انتقام کے شعلے ابھی تک سرد نہیں

ہورہے۔دنیا بھر کے مسلمان اظہار رنج وغم اور صدائے احتجاج تو بلند کر ہی رہے ہیں، دنیائے انسانیت بھی ان کے اس ظلم وستم پر چیخ اُٹھی ہے کیوں کہ اس نے اپنے اس ظلم وجور سے انسانیت کی متفقہ امن گاہ، تعلیمی اداروں اور اقوام متحدہ کے اسکول تک کو نہیں بخشا۔پوری دنیا اس خون ریزی وسفا کی کو بند کرنے کی اپیلیں کررہی ہے سوائے اس کے پشت پناہ امریکہ کے کہ U.S.A میں یہودی سرمائے ہی کا خون رواں دواں ہے اور شاید نہیں یقیناً اسی لیے U.S.A اسرائیل کے اس بہیمانہ ظلم وستم کی خاموش تائید کرنے پر مجبور ہے۔اس میں تو اب کوئی شک نہیں رہا کہ دنیا میں سب سے بڑا دہشت گرد خود امریکہ ہی ہے اور دنیا بھر میں خون مسلم کی ارزانی کا سبب بھی یہی۔طالبان کے مبینہ ظلم کی شکار، اس کے عیارانہ امن کی آڈیو تقیہ، بے شمار عالمی انعامات سے لدی پاکستان جی پاکستان کی مسلمان بیٹی ملالہ یوسف زئی بھی خاموش ہے یہ وہی ملالہ بیٹی ہے جس کو یہ عالمی طاغوت ملک ملک، شہر شہر اور نگری نگری لیے پھر رہا ہے اور طالبان کے مبینہ جبر واکراہ کے افسانے اس کے مونہہ سے کہلوا رہا ہے اور وہ اس کو امن اور تعلیم کی خواہش مند کے طور پر اُجاگر کررہا ہے ملالہ کو اپنے بچپن اور نوعمری میں دیکھے ہوئے جبر واکراہ کے مفروضہ واقعات تو یاد ہیں لیکن شعور وادراک کی عمر میں عالمی میڈیا پر چھپے فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم نہ اس کو نظر آرہے ہیں نہ وہ ان پر احتجاج کررہی ہے، نہ ہی معصوم فلسطینی بچوں کی راکٹوں اور گولیوں سے شہادت نے اس کی رگ انسانیت کو مہمیز لگائی ہے نہ ہی اس کے خاندان کے کسی فرد کا احتجاج سامنے آیا ہے نہ اس خاندان کی دینی عصبیت جوش میں آئی ہے یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ پاکستان کی بیٹی طاغوت کے نرغے میں ہے، اس کا خاندان سادگی اور غربت وافلاس کے باعث طاغوت کے جھانسے میں آگیا، اس کا خاندان کیمروں اور معمولی سی دولت کی چکا چوند سے چندھیا گیا اور دوسری بلکہ اہم بات یہ ہے کہ وطن عزیز کے مخلصین اور اصحاب علم ودانش نے اس موقعہ پر ملالہ اور اس کے خاندان کو لائق توجہ نہ جانا اور اس سے اغماض کیا جس سے طاغوت نے بھر پور فائدہ اُٹھایا اور اسلام کو......مبینہ ظلم وجور کے بیان سے......رسوا کیا، اہل دین کی عزت گھٹائی، برسوں سے جاری مسلمانوں کے متشدد ہونے کے پروپیگنڈے کو سچ ثابت کرنے کے لیے ملالہ کو آڑ بنا کر اپنے خبث باطن ظاہر کر دیا۔بہ ظاہر ملالہ کی اس خاموشی کو مجرمانہ خاموشی ہی کہا جائے گا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خاموشی مظلومانہ ہے کہ اس کے اختیار میں ہی کچھ نہیں جو طاغوت کہے اس نے وہی کہنا ہوتا ہے جہاں اور جن الفاظ کے ساتھ اس کو حکم وہ دے گا اس نے وہی بولنا ہے، تاہم ثنا خواں تقدیس مغرب کو مغرب یعنی طاغوت کی ترجمانی، ان کی قصیدہ خوانی اور مسلمانوں پر تنقید اور تنقیص کرنے کی روش پر غور کرنے بلکہ گریبان میں جھانک کر یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کیا کررہے ہیں؟ کس لیے کررہے ہیں؟ اور اس کے صلے میں سب کچھ ملنے والا ان کو دنیا میں کب تک ملتا رہے گا؟ وطن عزیز کے بے دین، عمل گریز اور مادر بدر آزاد دانشور اگر طاغوت کو یہ پذیرائی اور ہمت نہ دیں تو ان کی جرأت کیا ہے کہ وہ یہ اسلام دشمن حرکتیں کریں۔

فلسطینیوں کی ترجمانی ایک عرصہ تک مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کرتے رہے کہ وہ اسرائیل کے خود ستائے ہوئے اور قیام اسرائیل کے اسباب سے آگاہ تھے اور اس کے قیام میں فلسطینیوں کی غلطیوں کا اعتراف بھی ان کو تھا قیام اسرائیل کے ساتھ ہی سرزمین عرب میں لادینیت کا ایسا طوفان لایا گیا کہ اسلام سیکولرازم کے ریت کے تودوں تلے دب گیا پھر اسی بادصرصر کے نقیب جناب یاسر عرفات ان کے سیاسی ترجمان بایں انداز رہے کہ وہ عمر بھر اسلامی ممالک کے متعلق اپنے ہم وطنوں میں مثبت کی بجائے منفی جذبات کی نمو کرتے رہے۔اس کے باوجود اسلامی ممالک اپنے فلسطینی بھائیوں کی ہمیشہ خبر گیری بھی کرتے رہے اور دامے، درامے تعاون بھی۔اب تازہ ترین صورت حال میں مسلم اُمہ نے اجتماعی یعنی مسلم اُمہ بن کر اس قدر احتجاج اور ان بھائیوں سے اظہار یک جہتی اس طرح نہیں کیا جو "جسد واحد" ہونے کا حق تھا۔اس ناسور......اسرائیل ......سے نجات کا ایک ہی راستہ ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ یہود کے خلاف مسلم اُمہ......افغانستان کی طرح......اعلان جہاد کردے اگرچہ افغانستان اور اسرائیل کے زمینی حقائق میں نمایاں فرق ہے لیکن نصرت الٰہی اسی وقت آئے گی جب اعلاء کلمۃ اللہ کی نیت ہوگی یا اسرائیل سے "معاملات" طے کرکے اس سے ارض فلسطین کو خالی کرانے کا مسلم اُمہ اتفاق سے فیصلہ کرے گی۔اس کے علاوہ باقی سب کہانیاں ہی ہیں کہ کم وبیش ہر مسلمان ملک اسی طاغوت کا......بقدر جثہ......باجگذار ہے جو اسرائیل کی پشت پناہ ہے۔

درس قرآن قسط نمبر ۹۴

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری ﷾

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ ''محسنین'' یہ ''احسان'' سے ہے اور یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے: (۱) دوسروں پر انعام و احسان کرنا۔ عدل تو یہ ہے کہ دوسرے کا حق پورا پورا اَدا کیا جائے اور احسان یہ ہے کہ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیا جائے۔ (۲) اپنے فعل و عمل میں حسن و نکھار پیدا کرنا۔ (مفردات)

اس مفہوم میں ''احسان'' کا بیان حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے:

((ان تعبدالله كانك تراه وان لم تكن تراه فانه يراك .)) (بخاری، رقم: ۵۰)

''تُو اللہ کی عبادت کر گویا کہ تُو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے تو بے شک وہ تمھیں دیکھتا ہے۔''

''محسنین'' کے بارے میں جزا کا ذکر پہلے آیت نمبر اسّی (۸۰) میں بھی آیا۔ اس کے تحت جو ہم لکھ آئے ہیں اس پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجیے۔ حافظ ابن قیم ''احسان'' کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"فعل المامور به سواء كان احسان الى الناس أو الى نفسه ." (التفسير القيم، ص:۲۵۸)

''حکم پر عمل کرنا، اس کا تعلق خواہ لوگوں سے ہو یا اپنی ذات سے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی تو ساری زندگی احکام الٰہی کی پابندی سے عبارت ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں آزمائشوں میں کامیابیوں سے نوازا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''محسنین'' کی جزا سے یہاں مراد یہ ہے کہ ہم انھیں دنیا و آخرت میں سختیوں سے نجات بخشتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص احکام الٰہی کی تعمیل میں ''احسان'' پر کاربند ہوتا ہے یعنی وہ کوشش کرتا ہے کہ اللہ کے ہر حکم کی ایسی تعمیل کی جائے جیسے اس کے کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے بڑے بڑے امتحانوں اور ابتلاؤں میں کامیابیوں سے سرفراز فرماتا ہے اور آخرت کی سختیوں سے بچا کے ابدی فیروزمندیاں عطا فرماتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: محسنین کو اسی طرح جزا دینے کا مفہوم یہ ہے کہ اسی طرح ہم اپنے اطاعت گزاروں کی تنگیوں اور سختیوں کو دور کر دیتے ہیں اور ان کے معاملات میں ان کے لیے چھٹکارے اور نجات کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝﴾

[الطلاق: ۲، ۳]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنی زندگی کا خلاصہ یہی بیان کیا ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

[یوسف: ۹۰]

’’بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو ڈرے اور صبر کرے تو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔‘‘

’’یتق‘‘ یعنی تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ مامورات پر عمل کرنے والا اور منہیات سے اجتناب کرنے والا۔ تقریباً یہی تعریف ’’احسان‘‘ کی حافظ ابن قیم نے کی ہے اور ’’صبر‘‘ میں اوامر ونواہی کی پابندی کے ساتھ ساتھ مصائب وآلام میں صبر وتحمل اختیار کرنا بھی شامل ہے۔ یہ زندگی ایک مومن ومحسن کی زندگی ہے۔



ضرورت مدرس

پتوکی ضلع قصور کے ایک مدرسے میں ایک فاضل استاذ کی ضرورت ہے جو تدریس امامت، خطابت کے فرائض بھی انجام دے سکے۔ تنخواہ حسب لیاقت ہوگی۔

رابطہ: 0300-4114481,0301-8483088

مولانا عبدالرحیم بھوجیانی کی اہلیہ کا انتقال

مولانا عبدالرحیم بھوجیانی ساکن چک نمبر L-11/7 ضلع ساہیوال کی اہلیہ محترمہ 17 رمضان المبارک بمطابق 16 جولائی 2014ء کو رحلت کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ مولانا محمد اسماعیل ڈھلوں قصوری مرحوم کی بیٹی تھیں اُنھوں نے ساری زندگی بچیوں اور خواتین کو قرآن کریم کی تعلیم دی اور انھیں تربیت دیتی رہیں۔ ان کی نماز جنازہ حافظ محمد عبداللہ خاں نے پڑھائی کثیر احباب جنازے میں شریک ہوئے۔ قارئین سے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

ضیاء الرحمان ضیاء، عطاء الرحمان عطا سنپال، پسران

0301-6900802



تعلیم وتربیت

حقیقتِ توبہ؛ کتاب وسنت کی روشنی میں

مولانا حافظ محمد قاسم خواجہ رحمہ اللہ

انسان خطا کا پتلا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا کون ہے جسے عصمت مآبی کا دعویٰ ہو۔ صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک نہ جانے ہمارے ہاتھوں سے کتنے گناہ سرزد ہوجاتے ہیں اور اعمال نامہ کس قدر تباہ ہوتا رہتا ہے۔ اگر ایک آدمی چند دن نہ نہائے تو اس پر گرد وغبار اور میل کچیل کی دبیز تہیں جم جاتی ہیں۔ کوئی بھی اسے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ بتایئے اس شخص کا کیا حال ہوگا جو گناہوں کی گندگی مسلسل اپنے اوپر لادتا چلا جاتا ہے اور اسے دھونے کا کوئی انتظام نہیں کرتا۔ کیا روحانی دنیا میں کوئی اس کی طرف متوجہ ہونے کا روادار ہوگا۔ میل کی بدبو ہوتی ہے لیکن گناہ کا تعفن اس سے کہیں زیادہ شدید اور مکروہ ہوتا ہے۔ ہمیں جسمانی صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ پانی اگر جسم کے ظاہری حصے کو صاف ستھرا کرتا ہے تو توبہ ہمارے دل کی صفائی کی ضامن ہے۔ توبہ سے ہمارا باطن پاک ہوتا ہے۔ توبہ ہماری روح کے لیے غسل اور ہمارے گناہوں کا علاج ہے۔

توبہ کے معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہیں۔ یعنی اگر ہم نے گناہ کر کے خدا تعالیٰ کو اپنے سے ناراض کر لیا ہے اور اس سے دور ہو گئے ہیں تو ہمیں فوراً بدی سے نیکی کی طرف پلٹنا چاہیے۔ اللہ سے رجوع کر کے درخواست کرنا چاہیے یا اللہ! ہم سے غلطی ہوگئی ہے ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے ہمیں معاف کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی جنگل میں ایک مسافر کی سواری گم ہوگئی جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی تھا۔ مایوس ہو کر بے چارہ ایک پیڑ کے سائے تلے پڑا رہا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے سواری کا اونٹ پاس کھڑا ہے۔ وہ فرطِ مسرت سے بے ساختہ پکار اُٹھا:

"اللهم انت عبدی و انا ربك."

''خدایا! تُو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔''

مارے خوشی کے اُلٹے الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: بندۂ مومن کی توبہ سے خدا تعالیٰ کو اس کی نسبت بہ درجہا بڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ یعنی ایک گم گشتہ راہ اگر اللہ کی جانب لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ اتنے خوش ہوتے ہیں کہ وہ بے یارومددگار رہ جانے والا مسافر بھی اتنا خوش نہیں ہوتا جس کا اونٹ گم ہو کر واپس آ گیا ہو۔ اس لیے حکم دیا:

﴿تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[النور: ۳۱]

''اے مومنو! سب اللہ کی طرف لوٹو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾[هود: ۳]

''اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس سے توبہ کرو۔''

نیز فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ [التحریم: ۸]

''اے ایمان والو! اللہ کے ہاں خلوصِ دل سے توبہ کرو۔''

ان آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے خالی یہ کہہ دینا ''یا اللہ! میری توبہ'' اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہاں استغفار اور توبۃ النصوح کی ضرورت ہے۔ یعنی انسان سچ مچ گناہ ترک کرے، اپنے کیے پر پشیمان ہو اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔ تب کہیں توبہ منظور ہوتی ہے، ورنہ لفظی توبہ، توبہ نہیں۔ یہ تو اس کے عہد اور تبدیلِ عمل کا اظہار ہوتی ہے۔ اگر ہمارے دل میں نیت بدستو فاسد ہے۔ ہم علی الحال رہنا چاہتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ گناہ کی زندگی چھوڑ کر نیکی

کی طرف رواں دواں ہوں اور شیطانی کاموں کو خیر باد کہہ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ کوئی توبہ نہیں، جھوٹ ہے اور خداوند کریم کے ساتھ بہت بڑا مذاق۔ زبان سے تو یہ اقرار کرنا یا اللہ! ہم نے توبہ کی۔ اور دل میں توبہ کا خیال تک نہ ہو اور عمل سے اس کی تردید کر رہے ہوں۔ آدمی پانی صابن تولیہ وغیرہ ہر چیز فراہم کرے لیکن عملاً استعمال نہ کرے، طہارت کیسے ممکن ہے!

ہاں، تو جب انسان صرف اللہ کا مجرم ہو تو اس سے تائب ہونے کے لیے یہی تین شرائط کافی ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا۔ یعنی ترک گناہ، ندامت اور آئندہ کے لیے عہد۔ اور اگر ہم خدا کی مخلوق کے مجرم ہیں تو اس جرم کو خدا کے ہاں سے معاف کروانے کے لیے توبہ کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اولاً ہم اس بھائی سے معاف کروائیں۔ جس کے ہم گناہ گار ہیں۔ جب تک اس سے حساب بے باک نہیں کیا جائے گا خدا تعالیٰ بھی نظر انداز نہیں فرماتے۔ یہ قدرت کا قانون ہی نہیں ہے کہ اگر ہم نے کسی کو ستایا ہے، اگر ہم نے ناجائز طور پر کسی کا مال ہتھیایا ہے، اگر ہمارے ہاتھوں کسی کی عزت وناموس کو نقصان پہنچ گیا ہے، اگر ہم کسی کی غیبت کر بیٹھے ہیں یا کسی کو ہم سے کوئی بھی شکایت پیدا ہوگئی ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھی تو ہم خدا سے لاکھ معافی مانگیں، دعا کے لیے ہاتھ اُٹھ اُٹھ شل ہو جائیں۔ توبہ کر کر کے زبان تھک جائے اور وظائف کر کر کے تسبیحات کے دانے گھس جائیں لیکن معافی نہیں ہو سکتی۔ ہاں، کبھی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم عوض معاوضہ کے لیے خود کو اس شخص کی خدمت میں پیش نہ کر دیں جسے ہم نے ستایا۔ جس کا ہم نے مال لوٹا۔ جس کی عزت ہم نے خاک میں ملائی۔ جس کی ہم نے غیبت کی۔ یا جس کو ہم سے شکایت پیدا ہوئی۔ پھر اس کی مرضی پر منحصر ہے وہ بدلہ لے یا معاف کر دے۔ اگر یہیں بدلہ چکا کر ہم توبہ کی اس شرط کو پورا نہیں کریں گے تو روزِ قیامت کو ہونے والی کارروائی ہمیں مہنگی پڑ سکتی ہے۔

نبی علیہ السلام نے ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: بتاؤ مفلس کون ہے؟ جواب دیا: جس کے پاس پیسا نہ ہو۔ فرمایا: نہیں، مفلس تو وہ ہوگا جو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس نے مخلوق کو طرح طرح کی تکلیفیں دے رکھی ہوں گی۔ اب معاوضے کے طور پر ان کی نیکیاں انھیں بانٹ دی جائیں گی۔ یہاں تک کہ اس کی کل نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اور حساب لینے والے ابھی باقی ہوں گے تو ان کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال کر حساب چکتا کیا جائے گا۔ میرے بھائیو! وہاں حساب دینے کی بجائے کیوں نہ ہم یہیں راضی نامہ کر لیں۔

توبہ کے سلسلے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ جلد از جلد ہو۔ گناہ کے بعد انسان کو فکر لگ جائے کہ ہائے میں کیا کر بیٹھا ہوں۔ وہ بے چین ہو جائے اور اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھے جب تک کہ اسے معاف نہ کرائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ﴾[النساء:۱۷]

''خدا ان کی توبہ قبول کرتا ہے جو لاعلمی سے گناہ کرتے ہیں پھر عنقریب ہی انھیں توبہ کی توفیق میسر آ جاتی ہے۔''

گناہ کے بعد ہم اس بھول میں نہ رہیں کہ ابھی بڑا وقت ہے۔ کیوں کہ موت کا کوئی پتا نہیں، وہ کسی لمحے بھی آ سکتی ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ﴾ [النساء:۱۸]

''ان کی کوئی توبہ نہیں جو گناہوں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں کسی ایک کو موت آ جاتی ہے تو کہتا ہے: میں نے اب توبہ کی۔''

اس قسم کی توبہ فرعون نے بھی کی تھی لیکن اس کے حشر سے کون واقف نہیں۔

یاد رہے توبہ سے بے شک گناہ معاف ہوتے ہیں لیکن جو لوگ گناہ نہیں کرتے یا تھوڑی مقدار میں کرتے ہیں کیا انھیں توبہ کی ضرورت نہیں یا اگر ضرورت ہے تو کم نہیں بلکہ انھیں بھی اسی قدر ضرورت ہے جس قدر ایک گناہ گار کو۔ ایک شخص اپنے دامن کو کتنا ہی

بچا کے رکھے اور سراسر اپنی زندگی صالحات وحسنات میں بسر کر لے مگر یہ بھی تو ہوسکتا ہے اس کی نیکیوں ہی میں نقص رہ گیا ہو۔ یا غیر شعوری طور پر کوئی غلطی ہوگئی ہو۔ جس پر اسے یقیناً معافی مانگنا اور توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ اور کچھ نہیں تو کیا اس کی نیکیوں میں اضافہ بھی نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ عبادت بھی تو ہے۔ بلکہ توبہ سے توبہ پر ثابت قدمی بھی تو مراد ہوسکتی ہے۔ ہمیں ہر آن خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اسی سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔ کبھی اپنے متعلق خوش فہمی اور غرور پیدا نہ ہو۔

حضور اقدس ﷺ سے زیادہ معصوم کون ہوگا۔ تاہم آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((واللّٰہ انی لا ستغفر اللّٰہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ .))

”بخدا میں ہر روز ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔“

ایک موقع پر فرمایا:

((یایھا الناس! توبوا الی اللّٰہ فانی اتوب فی الیوم مائۃ مرۃ .))

”اے لوگو! اللہ کے ہاں تم بھی توبہ کرو۔ بے شک میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔“

بے شک اس ارحم الراحمین نے فرمایا ہے:

﴿اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ﴾[النساء: ۳۱]

”اگر تم بڑے ممنوعہ کاموں سے بچتے رہو گے تو ہم تمھارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔“

تاہم ہمارا استغفار اسے اتنا عزیز ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ فرماتے ہیں:

((والذی نفسی بیدہ لولم تذنبوا لذھب اللّٰہ بکم ولجاء بقوم یذنبون فیستغفرون اللہ فیغفر لھم .)) (مسلم)

”بخدا اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمھیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کر کے اللہ سے بخشش مانگیں پس وہ انھیں بخشے۔“

اور ہمارے گناہوں کا تو شمار ہی نہیں۔ صغائر تو درکنار کبائر کا یوں ارتکاب کرتے ہیں جیسے وہ شاید صغائر سے بھی کم حیثیت ہوں۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں۔ وہ لازماً قبول فرماتا ہے:

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا﴾[الزمر: ۵۳]

”اے میرے بندو جنھوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیتا ہے وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔“

سید الاستغفار یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبِّیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَإِنَّهُ لَا یَغْفِرُالذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ .“

”یا اللہ! تُو میرا مالک ہے، تُو نے مجھے پیدا کیا ہے، میں تیرا بندہ ہوں، حتی الامکان تیرے عہد اور وعدے پر ہوں، اپنے عمل کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، تیری نعمتوں کا اقرار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف کر دے کیوں کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔“

نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے دن کے وقت ان کلمات کو یقین قلب سے کہا اور شام ہونے سے پہلے مر گیا، یا رات کو یقین قلب سے کہا اور صبح سے پیشتر اس کی موت واقع ہوگئی تو وہ اہل جنت سے ہے۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا توبہ کی قبولیت میں وہاں کوئی دیر نہیں اگر انتظار ہے تو فقط یہ کہ ہماری توبہ صدق صفا خلوص عزم اور ثبات سے کب ہم کنار ہوجاتی ہے۔

بدعات ورسوم

قسط نمبر ①

بارات اور جہیز کا تصور؛ مفاسد اور حل

(مولانا) حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

شادیوں میں بارات کا رواج کب سے شروع ہوا؟ یعنی پورے خاندان، برادری اور دوست احباب کے ایک جم غفیر اور انبوہ کثیر کو لے کر لڑکی والوں کے گھر جانا۔

تاہم یہ بات تو واضح ہے کہ عہدِ رسالت وعہد صحابہ وتابعین یعنی دور خیر القرون میں اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔صرف گھر کے چند افراد جاتے اور خاموشی اور سادگی کے ساتھ گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر نکاح پڑھ کے لڑکی کو اپنے ہمراہ لے آتے ، شرعاً نکاح میں اعلان ضروری ہے اور یہ اعلان طرفین کے گھر والوں کے سامنے ہو جاتا تھا، نیز ولیمے میں مزید لوگوں کے علم میں آجاتا۔

اب جو بارات کا عام رواج ہے جس کے بغیر شادی کا تصور بھی ممکن نہیں ،اس کے بے شمار مفاسد ہیں ۔ ان میں سے چند بڑے مفاسد حسب ذیل ہیں:

۱: سارے دوست احباب اور خاندان اور برادری کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنا اسراف (فضول خرچی) ہے۔ پہلے خود لڑکے والوں کو تمام مہمانوں کے بیٹھنے اور خاطر تواضع کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔قریبی رشتے داروں کے لیے تو یہ انتظام کئی دن کے لیے کرنا پڑتا ہے۔پھر ان سب کو ساتھ لانے اور لے جانے کے لیے بسوں اور گاڑیوں کا انتظام اس پر مستزاد۔اس سے بھی پہلے شادی کارڈوں کی اشاعت کا مسئلہ آتا ہے۔ پہلے تو سادہ سے کارڈ چھپوا کر اطلاع کا اہتمام کر لیا جاتا تھا، اب اس میں بھی پیسے والوں نے بڑی جدتیں اختیار کر لی ہیں اور اتنے اتنے گراں کارڈ چھپنے لگے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اس قوم کی فضول خرچی پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں زیادہ قریبی رشتے دار (بہنیں اور بیٹیاں اور ان کی اولاد) تو کئی کئی دن پہلے آ کر شادی والے گھر میں ڈیرے ڈال لیتی ہیں اور مختلف رسموں (مایوں ، مہندی وغیرہ) کے علاوہ کئی کئی راتیں مسلسل ڈھولکیاں بجاتیں اور اہل محلّہ کی نیندیں خراب کرتی ہیں۔

پھر نکاح والے دن بقیہ خاندان اور احباب وغیرہ جمع ہو کر ایک لاؤ لشکر کی صورت میں لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں جس کی ضیافت اور ٹھہراؤ کے لیے کسی شادی ہال یا کسی بڑے مکان کا انتظام لڑکی والوں کو کرنا پڑتا ہے۔اس طرح ان کو ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے، جن کے پاس وسائل کی فراوانی ہوتی ہے ان کے لیے تو یہ بوجھ کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن جن کے پاس زیادہ وسائل نہیں ہوتے ان کو بھی خواہی نخواہی یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے چاہے وہ زیر بار ہو جائیں اور اس بوجھ کو اتارنے میں وہ سالہا سال پریشان رہیں۔

۲: ایسے موقع پر لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے اور اللہ سے بے خوفی کے نتیجے میں یہ تصور بھی عام ہے کہ یہ خوشی کا موقع ہے اس وقت جو چاہیں کرلیں، اس کا جواز ہے، چنانچہ بڑی بڑی شیطانی حرکتیں کی جاتی ہیں اور باراتی ان سے خوب محظوظ ہوتے ہیں، اس طرح سب گناہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات لڑکی والوں کی طرف سے بھی ایسا مطالبہ اور اس پر اصرار ہوتا ہے۔یوں دونوں خاندان اور ان کے سارے عزیز واقارب اجتماعی طور پر نہایت دھڑلے سے اللہ کی نافرمانیاں کرتے اور شریعت اسلامیہ کی دھجیاں اُڑاتے ہیں جب کہ اسلامی تعلیم کی رو سے انفرادی گناہ جو خفیہ اور چھپ کر کیا جائے، اگر چہ وہ بھی گناہ ہے لیکن اگر کوئی گناہ کا کام کھلم کھلا لوگوں کے سامنے کیا جائے تو اس جرم کی شناعت

وقباحت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((کل امتی معافی الا المجاهرين .))

(صحيح بخاری، رقم:٦٠٦٩)

''میری اُمت کے سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں سوائے ان گناہ گاروں کے جو کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہوں گے۔''

اجتماعی طور پر کیے جانے والے یہ گناہ جو باراتیوں کے ہجوم میں اوران کی وجہ سے کیے جاتے ہیں، حسب ذیل ہیں:

* بینڈ باجوں کا اہتمام جن کی شیطانی دھنوں سے لوگ محظوظ ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان پر نوٹوں کی بارش کی جاتی ہے جس کا نام ویل دینا رکھا ہوا ہے۔
* آتش بازی، جو ''گھر پھونک، تماشہ دیکھ'' کی مصداق ہے، ہزاروں روپے اس پر اُڑا دیے جاتے ہیں۔
* ہوائی فائرنگ، جس کی زد میں آئے دن بعض باراتی یا اڑوس پڑوس کے لوگ آجاتے ہیں اور موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔
* بھنگڑا اور لڈیاں ڈالنا، اس کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے حتیٰ کہ بعض باراتوں میں یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ خواتین بھی اس میں شریک ہو جاتی ہیں۔
* پیسے لٹانا، پہلے تو ریز گاری کی شکل میں تھوڑی سی رقم ہی اس پر خرچ ہوتی تھی، اب یہ رسم نوٹوں تک پہنچ گئی ہے اس طرح اس مد پر بھی ہزاروں روپے برباد کر دیے جاتے ہیں۔
* قریبی رشتے دار اور دوست احباب دولہے کو نوٹوں والے اور دیگر انواع واقسام کے ہاروں سے لاد دیتے ہیں جن کا بوجھ اس کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے، یہ بھی فضول خرچی ہی کی ایک مد ہے۔
* یہ بارات جب لڑکی والوں کے ہاں (ہال یا گھر میں) پہنچتی ہے، تو نوجوان لڑکیاں اور یکسر بے پردہ عورتیں دونوں طرف ہاتھوں میں پھولوں کے تھال پکڑے ہوئے دولہے اور باراتیوں کا استقبال کرتی ہیں اور ان پر گل پاشی کرتی ہیں۔ یہ بھی بے پردگی کی ایک ایسی بے ہودہ رسم ہے جس کی توقع کسی مسلمان مرد عورت سے نہیں کی جا سکتی۔
* بارات کے ساتھ کرائے کے مووی میکر ہوتے ہیں جو ان ساری خرافات کو بھی اور ہال میں ہونے والی ساری کارروائی کو بھی (نکاح کی تقریب سے لے کر دلہن کی رخصتی تک) فلم بند کرتے ہیں اور ایک ایک سین کو بالخصوص خواتین کے مختلف پوزوں کو اور دلہن کے ایک ایک پوز کو محفوظ کرتے ہیں اور بعد میں دونوں خاندانوں کے گھروں میں بے حیائی کے ان مظاہر کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔
* بارات میں خواتین کا بھی ایک ریلا شریک ہوتا ہے جو سب سے بے پردہ، نہایت بھڑکیلے، زرق برق، حتیٰ کہ عریاں اور نیم عریاں لباس میں ملبوس، نہایت بے ہودہ میک اپ اور سولہ سنگار سے آراستہ اور زیورات میں لدی پھندی ہوتی ہیں۔ گویا وہ شادی کی ایک بابرکت تقریب میں نہیں بلکہ وہ مقابلہ حسن یا آرائش وزیبائش اور بے پردگی وبے حیائی کے مقابلے میں شریک ہونے کے لیے جا رہی ہیں۔
* اب بہت سی جگہوں پر مخلوط اجتماع بھی ہونے لگے ہیں، یعنی مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ جگہیں نہیں ہوتیں، کھانے کا الگ الگ انتظام نہیں ہوتا، بلکہ بغیر کسی تفریق اور پردے کے مرد اور عورت کے لیے ہال بھی ایک اور کھانے کی میزیں بھی مشترکہ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
* آخر میں مراثیوں کا ایک غول آجاتا ہے جو الٹی سیدھی ہنسانے والی باتیں ہانک کر اور بڑیں مار کر باراتیوں سے ''ویلیں'' وصول کرتے ہیں۔
* اور بعض جگہ اور بعض خاندانوں میں مجرے کا رواج ہے۔ مخنث (ہیجڑے) نسوانی لباس اور نسوانی ناز و ادا دکھا کر اور ناچ

گا کر باراتیوں کا دل لبھاتے ہیں اوران سے خوب ویلیں وصول کرتے ہیں اور باراتی بھی ان پر نوٹوں کی بارش برساتے ہیں۔

* کھانے کے موقع پر بھی اکثر و بیشتر عجیب ہڑ بونگ مچتی ہے، کھانے پر لوگ اس طرح ٹوٹ کر پڑتے ہیں، جیسے کھرلی میں چارہ ڈال مویشیوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ "یاکلون کما تأکل الانعام" کے مصداق ہوجاتے ہیں۔ یا جیسے بھوکے گد ہوتے ہیں یا جیسے ایسے وحشی اور گنوار قسم کی قوم کے افراد ہوں جن کو کبھی کھانا نصیب نہیں ہوا یا جن کا کوئی تعلق تہذیب وشائستگی سے نہ ہو۔

علاوہ ازیں ہر شخص اپنی اپنی پلیٹوں کو اس طرح بھر لیتا ہے کہ اکثر وہ اس سے کھایا ہی نہیں جاتا اور آدھی آدھی پلیٹیں بھری ہوئی چھوڑ دیتے ہیں، وہ سارا کھانا کوڑے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس صورت حال کے پیش نظر میزبان ضرورت سے زیادہ وافر مقدار میں کھانا تیار کرواتا ہے اور یہ اندیشہ قطعاً نہیں ہوتا کہ کسی کو کھانا نہیں ملے گا۔ بعض دفعہ کسی میز پر بیرے کو دوبارہ کھانا لانے میں ذرا دیر ہوجاتی ہے تو لوگ معمولی سا انتظار کرنے کے بجائے ہوٹنگ شروع کر دیتے ہیں۔ بداخلاقی اور تہذیب وشائستگی سے عاری یہ مظاہر اتنے عام ہیں کہ ہم ان تقریبات میں غیر مسلم اشخاص کو بلانے کی جسارت نہیں کر سکتے کہ وہ یہ سب کچھ دیکھ کر ہم مسلمانوں کے اخلاق وکردار کے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے کہ یہ اسی مسلم قوم کے وارث ہیں جن کے اسلاف نے دنیا کو مکارم اخلاق اور تہذیب وشائستگی کا درس دیا تھا اور جن کے پیغمبر بھی خلق عظیم کے مالک تھے اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ جس کے بہترین نمونے ان کے پیروکاروں (صحابہ کرام وتابعین عظام) نے دنیا کے سامنے پیش کیے اور دنیائے انسانیت میں معلّمِ اخلاق کے نام سے معروف ہوئے۔

یہ سارے مظاہر، جن کے کچھ نمونوں کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کی گئی، اولاً: سراسر اسراف وتبذیر میں داخل ہیں جن کے مرتکبین کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اخوان الشیاطین (شیطانوں کے بھائی) قرار دیا ہے۔

ثانیاً: قدم قدم پر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب ہے۔

ثالثاً: ڈنکے کی چوٹ اور علانیہ طور پر بڑے بڑے گناہوں کی جسارت ہے جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جاسکتی۔

رابعاً: بداخلاقی اور بدتہذیبی کے مظاہر ہیں جن کی توقع کسی بھی مہذب اور شائستہ قوم سے نہیں کی جاسکتی، چہ جائیکہ اسلام کے ماننے والے ان کا ارتکاب کریں؟

تمام مذکورہ خرافات کے بعد آخر میں فوٹو سیشن ہوتا ہے جس میں مرد وعورت سب اسٹیج پر یا اور کسی نمایاں جگہ پر جمع ہوتے اور باری باری دولہا اور دلہن کے ساتھ فوٹو کھنچواتے ہیں، یہ سراسر بے پردگی اور مخلوط اجتماع ہوتا ہے۔

ان تمام مفاسد اور خرابیوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ اور ایک ہی حل ہے کہ باراتوں کا سلسلہ ختم کیا جائے۔ دولہا کے ساتھ خاندان کے چند لوگ لڑکی والوں کے گھر جائیں، لڑکی والے بھی اپنا پورا خاندان جمع کرنے کے بجائے چند ضروری افراد ہی کو اس تقریب میں شریک کریں اور گھر کے ایک کمرے ہی میں نکاح کر کے حسب استطاعت مہمانوں کی ضیافت کر کے اپنی بچی کے ہمراہ ان کو رخصت کر دیں۔ اس طرح اس تقریب کے لیے نہ شادی ہال کی بکنگ کی ضرورت ہوگی، نہ مہمانوں کے لیے درجنوں کے حساب سے دیگوں، مختلف ڈشوں اور دیگر اشیائے طعام کی۔ نہ عورتوں کی بے پردگی وبے حیائی کا فتنہ اور نہ بینڈ باجوں، آتش بازی کا کھڑکا اور نہ مووی فلموں کی حیا سوز فتنہ انگیزی اور نہ دیگر بے شمار خرابیوں کا ظہور، جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں پیش کی گئی ہے۔ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾۔ کیا کوئی ہے ان نصیحتوں پر کان دھرنے والا؟ سادگی اور اسلامی تعلیمات کو اختیار کرنے والا؟ اور لوگوں کی ناراضی اور لومة لائم (ملامت گروں کی ملامت سے) بے خوف ہو کر صرف اللہ کو راضی کرنے والا؟

بارات میں عورتوں کی شرکت کے مزید مفاسد:

لڑکی والوں کے گھر جاتے وقت سوائے گھر کی خواتین (بیٹے کی

ماں اور بہنوں) کے، خاندان کی عورتوں اور دوست احباب کی بیگمات کو قطعاً ساتھ نہ لے جایا جائے اس لیے کہ بارات میں عورتوں کی شرکت بھی بے شمار مفاسد کا باعث ہے۔

عورتوں میں سادگی کا تصور بالکل ختم ہوگیا ہے، حالانکہ حکم یہ ہے کہ عورتیں بالکل سادہ لباس میں باپردہ گھر سے باہر نکلیں۔ جب کہ ہوتا یہ ہے کہ خاندان میں کسی کی شادی کی اطلاع ملتے ہی گھر کی خواتین مردوں کو مجبور کرتی ہیں کہ گھر میں (بچیوں اور بیوی سمیت) تمام خواتین کے لیے کم از کم دو دو سوٹ اعلیٰ قسم کے تیار کیے جائیں۔ ایک نکاح والے دن اور دوسرا ولیمے والے دن کے لیے کیوں کہ خاندان کی ساری عورتوں نے ان کو دیکھنا ہے۔ دونوں دن ایک ہی سوٹ میں اور سادہ لباس میں ملبوس ہونے کی صورت میں ان کی سبکی ہوگی۔

محدود آمدنی والے مرد کے لیے اپنے محدود بجٹ میں اس کے لیے گنجائش نکالنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں (لباس اور اس کی سلائی کے علاوہ) سادگی کا تصور ختم ہونے کی وجہ سے میک اپ اور سولہ سنگھار کا سامان کا بھی مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے اور آنے جانے کے لیے کرائے کی گاڑی بھی ضروری ہے۔

جو صاحب حیثیت گھرانے ہیں ان کی بیگمات کا مذکورہ اخراجات کے علاوہ زیورات کے نئے طلائی سیٹ کا مطالبہ ہوتا ہے۔ گھر میں پہلے جو سیٹ بلکہ بعض کے ہاں کئی کئی سیٹ ہوتے ہیں، ان کا کہنا ہوتا ہے وہ پرانے ہیں یا فلاں کی شادی میں میں نے وہ پہنے تھے، اب وہی سیٹ اس شادی میں میں نے نہیں پہننا ہے۔ اور آج کل کے زن مرید قسم کے شوہر یہ مطالبہ بھی پورے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اور اب بہت سی خواتین میک اپ کے لیے بیوٹی پارلروں کی خدمات بھی حاصل کرتی ہیں اور وہاں سے اپنے بال، چہرہ اور مکمل حلیہ جما کر شادیوں میں شریک ہوتی ہیں تاکہ وہ لباس اور زیورات ہی میں نہیں بلکہ حسن و جمال اور آرائش و زیبائش میں بھی یکتا اور ممتاز نظر آئیں۔ پھر ان تکلّفات و تصنّعات میں پردے اور نماز پڑھنے کا اہتمام کیوں کر ممکن ہو سکے گا؟ چنانچہ ہماری شادیوں میں ان سب کا تصور ختم ہوگیا ہے۔ پردہ کریں گی تو آرائش و زیبائش کے یہ مناظر لوگوں کو کب نظر آئیں گے؟ اور نماز کے لیے وضو کریں گی تو میک اپ کا یہ کرشمہ ''مصنوعی حسن'' بہہ جائے گا اور چہرے کی اصل رنگت اور اصل خدوخال نمایاں ہو جائیں گے۔

یہ عورتیں جب شادی والے گھر یا شادی ہال میں اکٹھی ہوتی ہیں تو ان کی نظریں دیگر تمام عورتوں کے لباس، زیورات اور میک اپ کا جائزہ لیتی ہیں۔ اگر وہ ان سب میں ممتاز ہوں تو اللہ کے شکر کی بجائے، شیطان ان کے اندر تفاخر اور تکبر کا احساس اور اپنے سے کم تر عورتوں کی تحقیر کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے بلکہ بعض دفعہ تو سادہ مزاج قسم کی عورتوں کی بابت اس قسم کے تبصرے بھی ان کے نوک زباں پر آجاتے ہیں کہ فلاں کو دیکھو! اللہ نے اس کو سب کچھ دیا ہے لیکن یتیموں اور فقیروں کے سے لباس میں یہاں آئی ہے، یعنی یہ سادگی، جو اللہ کو پسند ہے، ان شیطان صفت عورتوں کو بری لگتی ہے۔

* یہ عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں تو اکثر و بیشتر ان کی باہم گفتگو کا موضوع ایک دوسرے کی غیبت اور ایک دوسرے پر لعن طعن ہوتا ہے۔ اللہ کا ذکر شاذ و نادر ہی ان کی زبانوں پر آتا ہے۔
* مووی فلم میں، جو آج کل شادیوں کا (بارات میں بھی اور ولیمے میں بھی) ایک لازمی حصہ بن گیا ہے، ان بے پردہ اور فیشن پرست عورتوں کے ایک ایک سین کو محفوظ کر کے ان کے حسن و جمال اور بناؤ سنگھار اور لباسوں کی تراش خراش بلکہ عریانی و نیم عریانی کو عام کر کے دونوں خاندانوں میں ان کی نمائش کا اہتمام اور ان کا چرچا ہوتا ہے حالانکہ عورتوں کی یہ ساری خوبیاں اور آرائش و زیبائش کی ساری صورتیں صرف خاوند کے لیے جائز اور اسی کے لیے مخصوص ہیں۔ لیکن بے چارہ مرد تو اپنی بیوی کو اپنے گھر میں بالعموم اس کے برعکس حالت میں دیکھتا ہے کیوں کہ عورتیں اپنے خاوند کے لیے اس طرح کی آرائش و زیبائش کا

اہتمام نہیں کرتیں جب کہ ان کو اس کے سامنے بناؤ سنگھار کرنے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ حکم ہے لیکن جب ان کو باہر جانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس طرح بن سنور کر نکلتی ہیں کہ اللہ کی پناہ! بالخصوص شادیوں میں تو اس کی بے پردگی، ان کا نیم عریاں لباس، میک اپ، غازہ ولپ سٹک، ان کی ایک ایک حرکت واَدا ایک غارت گرِ دین وایمان اور رہزنِ تمکین و ہوش کسی الھڑ حسینہ اور دل ربا چنچل بازاری عورت سے کم نہیں ہوتی حالانکہ حکم یہ ہے کہ عورت جب گھر سے باہر نکلے تو باپردہ اور سادگی سے نکلے حتیٰ کہ اس کی خوش بو کی مہک بھی کسی مرد کو محسوس نہ ہو۔ نبی ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

((ايما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا من ريحها فهي زانية .)) (سنن نسائى، رقم: ۵۱۲۹، سنن ابى داود، رقم: ۵۱۷۳)

''جو عورت خوش بو لگا کر (باہر نکلتی ہے اور) لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تا کہ وہ اس کی خوش بو سونگھ لیں تو وہ بدکار ہے۔''

احادیث میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک عورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزری تو اُنھوں نے اس سے خوش بو مہکتی ہوئی سونگھی، اُنھوں نے پوچھا: اے اللہ کی بندی! کیا تُو مسجد میں آئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اُنھوں نے کہا: اور مسجد میں آنے کے لیے تُو نے خوش بو لگائی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب پیغمبر ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لا تقبل صلاة المرأة تطيبت لهذا المسجد حتى ترجع فتغسل غسلها من الجنابة .))

(سنن ابى داود، رقم: ٤١٧٤)

''اس عورت کی نماز مقبول نہیں جو خوش بو لگا کر مسجد میں آتی ہے جب تک کہ وہ واپس جا کر اس طرح کا غسل نہ کرے جو جنابت کا غسل ہوتا ہے۔''

اس سے اسلامی تعلیمات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک عورت کو مسجد میں جانے کے لیے بھی خوش بو لگا کر جانے کی اجازت نہیں ہے تو دوسری کسی بھی جگہ معطّر اور مزین ہو کر جانے کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے؟ اور جو اس طرح جاتی ہے اس کے دل میں اسلامی تعلیمات کا احترام اور ان پر عمل کا جذبہ کتنا ہوگا؟

* نکاح کے بعد عورتوں کے اجتماع اور حصے میں ایک اور رسم کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے اور وہ ہے کہ دولہے میاں اپنے دوستوں کے ہمراہ اس حصے میں جاتے ہیں اور وہاں دولہا دلہن کو ایک ساتھ بٹھا کر تمام خواتین کے سامنے دودھ پلائی کی رسم ادا کی جاتی ہے اس کے علاوہ دولہا اور دلہن سب کے سامنے ایک دوسرے کے منھ میں مٹھائی ڈالتے ہیں۔ اس موقع پر دونوں خاندانوں کی خواتین کے علاوہ دولہا کے قریبی دوست بھی وہاں موجود ہوتے ہیں۔ ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ دین دار خاندانوں میں بھی اس رسم کو معیوب نہیں سمجھا جاتا اور اسے بلا تکلف ادا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ دولہا بھی سوائے پھوپھی، خالہ یا اپنی ماں، بہنوں اور ساس کے تمام عورتوں کے لیے غیر محرم ہے۔ دولہے کے ساتھ اس کے دوست بھی اس موقع پر موجود ہوتے ہیں جو دلہن سمیت تمام خواتین کے لیے غیر محرم ہوتے ہیں۔ لیکن سب کے سامنے بے حیائی کی یہ رسم ادا کی جاتی ہے اور ویڈیو والے یہاں بھی یہ تمام مناظر فلمانے کا کام جاری رکھتے ہیں۔

* دلہن کی رخصتی کے وقت بھی عجیب عجیب مناظر دکھائی دیتے ہیں، حتیٰ کہ بعض خاندانوں میں قرآن پکڑ کر اسے دلہن کے سر پر چھتری کی طرح تان کر قرآن کا اس پر سایہ کیا جاتا ہے۔ گویا قدم قدم پر ہر کام میں اللہ کی نافرمانی اور قرآنی تعلیمات کی مٹی پلید کرنے کے باوجود ہم قرآن سے اس جذباتی تعلق کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں: یا اللہ! دیکھ لے اس سب خود فراموشی اور خدا فراموشی کے بعد بھی بہ طور تبریک تیرے

قرآن کریم ہی کو استعمال کر رہے ہیں۔ یہ قرآن کریم کے ساتھ کتنا بھونڈا مذاق ہے۔ اعاذ نا اللّٰہ منہ .

کیا روزِ محشر اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں سے نہیں پوچھے گا کہ کیا قرآن کریم میں نے صرف اسی لیے نازل کیا تھا کہ تم اس کو حریر وریشم کے غلافوں میں لپیٹ کر گل دستۂ طاق نسیاں بنا کر رکھ دینا اور اپنے کاروبار میں، معاملات زندگی میں اور اپنی معاشرتی تقریبات (شادی بیاہ وغیرہ) میں اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھنا، تاہم اس کو کبھی کبھی تبرک کے طور پر یا مردے بخشوانے اور کھانے پر فاتحہ پڑھنے کے لیے استعمال کر لیا کرنا۔ تاکہ تم اللہ کو، دنیا کو اور اپنے نفسوں کو یہ دھوکا دیتے رہو کہ تم قرآن کریم کو ماننے والے ہو۔ سچ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے:

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ﴾[البقرة:۹]

''یہ اللہ کو اور اہل ایمان کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کو یہ پتا ہی نہیں کہ دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔''

✷ شادی کے اختتام پر مرد حضرات اپنی اپنی خواتین کو لینے کے لیے ہال کے گیٹ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ماشاء اللہ سب خواتین چونکہ بے پردہ، ہر طرح کے فیشن سے آراستہ نیم عریاں لباسوں میں ملبوس اور الٹے سیدھے میک اپ سے اپنے چہروں کو بہ زعم خویش سجایا بھڑکایا ہوتا ہے تو کیا باہر نکلتے ہوئے یہ عورتیں مردوں کے سامنے سے بلا جھجک نہیں گزرتی ہیں؟ اور کیا مرد رنگ ونور کے اس سیلاب سے، یا حسن وجمال کے اس جلوہ ہائے بے تاب سے یا بکھرتے اور دھنکتے اس قوس قزح سے محظوظ نہیں ہوتے؟ کیا بے حیائی و بے پردگی کے ان مناظر اور مظاہروں کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے؟ اور جن مسلمان کہلانے والے مردوں نے اپنی بیگمات، بیٹیوں اور بہنوں کو اس بے حیائی کا مظہر بننے کی اور ''بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن'' کا مصداق بننے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے، کیا وہ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ اگر وہ واقعی مسلمان ہیں تو کیا اس بے غیرتی کا ان کے پاس کوئی جواز ہے؟

کیا اُنھوں نے کبھی سوچا ہے اسلام کی اس طرح مٹی پلید کرنے پر وہ اللہ کو کیا جواب دیں گے، بارگاہ الٰہی میں کس طرح سرخ رو ہوں گے؟ کیا اس جواب سے ان کا چھٹکارا ہو جائے گا کہ بیوی یا بیٹی نہیں مانتی تھی؟ یا ہمارے معاشرے کا رواج ہی یہ تھا کہ شادی بیاہ کے موقع پر شریعت کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا تھا؟ یا اگر ہم اپنی خواتین کو سادہ لباس اور باپردہ لے جاتے تو لوگ ہمیں دقیانوسی خیال کرتے اور یہ پھبتی کستے ع

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انھیں کچھ نہ کہو

کیا اس قسم کے جوابات سے ہماری چھوٹ ہو جائے گی؟

پس چہ باید کرد؟

بہ ہر حال یہ صورت حال نہایت اَلم ناک ہے اور اہل دین کے لیے ایک لمحہ فکریہ بھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب شادیوں میں تو ایسا نہیں ہوتا، بلا شبہ یہ بات صحیح ہے۔ لیکن بات تو چند افراد یا چند شادیوں کی نہیں بلکہ قوم کی حیثیتِ مجموعی کی ہے۔ رسم ورواج اور بے حیائی کا یہ طوفان اور دینی اقدار اور روایات سے یکسر انحراف کا یہ سیلاب اتنا عام اور تیز ہو گیا ہے کہ بڑے بڑے دین دار گھرانے اور خاندان بھی اس کی لپیٹ میں آ رہے ہیں اور دولت اور وسائل کی فراوانی کی وجہ سے ان کے اندر بھی دین کی پابندی کی بجائے شان وشوکت کے اظہار کا جذبہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سی مذکورہ خرابیاں دین داروں کی خواتین میں بھی عام ہوتی جا رہی ہیں، مثلاً:

ا: امیرانہ شان وشوکت کا اظہار۔ ان کی خواتین نے ظاہری طور پر تو پردہ کیا ہوا ہوتا ہے لیکن پردے کے پیچھے وہی زرق برق لباس کی نمائش، زیورات کی نمائش، میک اپ اور آرائش کی نمائش، تفاخر اور برتری کا احساس وغیرہ۔

یہ چیزیں کمتر حیثیت کی خواتین کے اندر احساس محرومی پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ فضول خرچی کے علاوہ معاشرے کے محروم طبقات کے اندر احساس محرومی کے جذبات پیدا کرنا بھی شرعی طور پر ناپسندیدہ ہے۔

۲: پھر مائیں تو پردے کا کچھ اہتمام کر لیتی ہیں لیکن ان کے ساتھ ان کی نوجوان یا قریبِ بلوغت بچیاں ہوتی ہیں، وہ اکثر بے پردہ بھی ہوتی ہیں اور مذکورہ فیشنی مظاہر سے آراستہ بھی۔

۳: علاوہ ازیں دین دار خاندانوں کے سارے رشتے دار بھی یا تو دین دار نہیں ہوتے یا دینی اقدار و روایات کے زیادہ پابند نہیں ہوتے۔ نیز ان کے قریبی احباب میں بھی بہت سے دین سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ان کی خواتین بھی جب بارات اور ولیمے میں شرکت کرتی ہیں تو وہ اسی بے پردگی اور اس کے لوازمات کا مظہر ہوتی ہیں جس کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

۴: بڑی باراتوں اور ان کی ضیافت کے لیے دین داروں کو بھی وسیع پیمانے پر انتظامات کرنے پڑتے ہیں، شادی ہال اور انواع واقسام کے کھانوں کے اخراجات جو فضول خرچی ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔

۵: لڑکی کی شادی ہو یا لڑکے کی، شادی والے گھر ہی میں کئی کئی دن چراغاں ضروری نہیں ہوتا بلکہ گلی، چوراہوں میں بھی اس کا اہتمام ہوتا ہے اور دین دار ہوں یا غیر دین دار، سب ہی اس کا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ خوشی کے موقع پر چراغاں کرنا مسلمانوں کا شیوہ کبھی نہیں رہا۔ یہ آتش پرستوں کی رسم ہے جسے ہندوؤں نے اختیار کیا اور ہندوؤں سے میل جول کی وجہ سے یہ مشرکانہ رسم مسلمانوں میں بھی آ گئی۔

یہ چند مفاسد وہ ہیں جو دین دار گھرانوں اور خاندانوں میں بھی عام ہوتے جا رہے ہیں اور ان سے بچنے کا داعیہ اور جذبہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔

سخت آپریشن اور دینی غیرت اختیار کرنے کی ضرورت:

جب بیماری شدید اور ناسور خطرناک ہو جائے تو بیماری اور ناسور کے خاتمے اور بیمار کی زندگی کو بچانے کے لیے آپریشن ناگزیر ہو جاتا ہے اور یہ ناگوار اقدام مریض سے ہمدردی اور محبت کا تقاضا ہوتا ہے۔

شادی بیاہ کی رسمیں، جن میں بارات بھی ایک مرحلہ ہے، خطرناک ناسور کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ اس مریض قوم اور اس ناسور بھرے معاشرے کے معالج اور ہمدرد صرف اور صرف اہل دین ہیں، اس لیے معاشرے کے ان پھوڑوں (ناسوروں) کی نشتر زنی انھی کی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ لوگوں کی باتوں سے نہ ڈریں، طعن و تشنیع کی پروانہ کریں اور بغیر لومۃ لائم کے خوف کے اس بیمار قوم کے آپریشن کا آغاز کریں اور اس کے لیے ابتدائی قدم یہ ہے کہ اپنے گھر سے اسے شروع کریں۔ بالخصوص جو اصحاب، حیثیت دینی رکھتے ہیں اور دین دار خاندان کے افراد ہیں، وہ ہمت کریں اور فوری طور پر بارات کا سلسلہ ختم کریں۔ بے شک اللہ نے ان کو سب کچھ دیا ہے، وہ سیکڑوں نہیں، ہزاروں افراد پر مشتمل باراتوں یا ان کی ضیافت کا اہتمام کر سکتے ہیں، لیکن اللہ نے یہ دولت فضول خرچی کے لیے نہیں دی ہے، اس پر تو آپ سے باز پرس کی جا سکتی ہے، اس دولت کو صحیح مصارف پر خرچ کریں جس کی ہمارے معاشرے میں سخت ضرورت ہے۔ اس کی مزید وضاحت ان شاء اللہ ہم جہیز پر گفتگو کے ضمن میں کریں گے۔ پاکستان میں ڈاکٹر اسرار صاحب مرحوم کی ''تنظیم اسلامی'' نے اس کا آغاز کیا ہوا ہے اس تنظیم سے وابستہ افراد کی ایک معقول تعداد نے باراتوں کا سلسلہ موقوف کیا ہوا ہے۔ یہ ایک مستحسن اقدام ہے جسے اختیار کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

یہ صرف ایک تنظیم یا اس سے وابستہ افراد کا کام نہیں ہے، یہ دین کا تقاضا ہے جو سارے اہل دین کے مل کر کرنے کا کام ہے۔ صرف ایک تنظیم کے چند افراد کا یہ کردار قابل تعریف ہونے کے باوجود معاشرے میں اس کے اثرات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کی حیثیت کسی صحرا میں پکار یا نقار خانے میں طوطی کی صدا سے زیادہ نہیں ہے۔

ملک میں اہل دین کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو دینی شعور اور اس کی تعلیمات سے بہرہ ور بھی ہے، دینی اقدار و روایات سے وابستگی کا جذبہ بھی اس کے اندر ہے اور بے دینی و بے حیائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے پریشان اور اس کا رخ موڑنے کی خواہاں بھی ہے لیکن بے عملی، ایمانی و دینی غیرت و حمیت کے فقدان اور ہوا کے رُخ پر ہی بغیر کسی مزاحمت کے،

چلتے جانے کی روش نے اتنی بڑی تعداد کو بے حیثیت بنایا ہوا ہے۔

بنابریں ضرورت عملی اقدامات کی ہے، ایمانی غیرت وحمیت کے مظاہرے کی ہے، ایک مضبوط تحریک برپا کرنے کی ہے اور تمام دینی جماعتوں سے وابستہ دین دار افراد کے یہ عہد کرنے کی ہے کہ وہ باراتوں میں شریک نہیں ہوں گے اور خود بھی بارات کے بغیر شادی کریں گے تاکہ مذکورہ خرافات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور قوم کے سامنے دین کا ایک عملی، سچا نمونہ پیش کریں ۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

لڑکی والوں کے گھر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ لڑکے والوں کے ساتھ آئے ہوئے افراد کے لیے لڑکی والوں کے گھر کھانا کھانا ناجائز ہے، اسی طرح لڑکی والوں کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ لڑکے والوں کے ساتھ آنے والوں کی مہمان نوازی کریں۔ ایسا سمجھنا صحیح نہیں، یہ وہ غلو ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

نکاح کی غرض سے لڑکی والوں کے گھر آئے ہوئے حضرات، مہمان ہیں اور اکرام ضعیف یعنی مہمانوں کی عزت وتکریم اور حسب طاقت وضرورت ان کی خاطر تواضع کا اہتمام نہایت ضروری اور ایمان کا تقاضا ہے۔ البتہ اپنی طاقت سے بڑھ کر محض دکھلاوے کے لیے فضول خرچی کی حد تک اہتمام ناجائز ہے۔ جیسے مثال کے طور پر نکاح کے لیے افراد کسی دوسرے شہر سے آئے ہوں اور پھر انھیں واپس بھی اسی شہر میں جانا ہے تو ظاہر بات ہے کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد تقریب نکاح کے بعد خالی پیٹ رہنا اور پھر اسی طرح بغیر کچھ کھائے پیئے دوبارہ عازم سفر ہو جانا ناممکن ہے۔ ایسا نہ ہوسکتا ہے اور نہ کیا ہی جاسکتا ہے۔ اس لیے مہمانوں کی ضیافت ناگزیر ہے اور اس قسم کی صورتوں میں لڑکی والوں کی طرف سے کھانے پینے کا انتظام کرنا اور مہمانوں کا لڑکی والوں کے گھر کھانا دونوں باتیں جائز ہیں، شرعاً ان میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ بھاری بھرکم بارات کا یہ تصور لڑکی والوں کے لیے خواہ مخواہ کا وہ ناروا بوجھ ہے جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ معاشرے کا وہ ناجائز رواج ہے جو لڑکی والوں کے لیے ایسا تصور ہے جس نے زمانہ جاہلیت کی طرح لڑکی کی پیدائش کو غم واندوہ اور ماتم وشیون والی چیز بنادیا ہے جس کو اسلام نے آخر مٹایا تھا اور لڑکی کی پیدائش کو بھی اللہ کی نعمت قرار دیا تھا۔ بارات کے ناروا بوجھ اور دیگر رسم ورواج کے اغلال وسلاسل نے ایک اسلامی معاشرے کو دوبارہ قبل از اسلام کے جاہلی معاشرے میں تبدیل کر دیا ہے۔ اور قرآن کریم نے اسلام کی نعمت سے محروم جاہلی معاشرے کی جو یہ کیفیت بیان کی ہے:

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيۡمٌ۝﴾[النحل:۵۸]

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم وغصے سے بھرا ہوتا ہے۔''

یہی کیفیت ہمارے پاک و ہند کے مسلمان معاشروں کی ہوگئی ہے۔ اور اس کی وجہ صرف وہی رسوم و رواج ہیں جو شادیوں کا جزولاینفک بن گئے ہیں، جن میں بارات، جہیز، بری اور زیورات وغیرہ کی وہ غیرضروری رسمیں ہیں جن کی بیڑیاں خود ہم نے اپنے پیروں میں ڈالی ہوئی ہیں اور جن کو تار پھینکنے کے لیے کوئی تیار نہیں۔ نیز اس میں دونوں خاندان برابر کے ملوث ہیں لڑکے والے بھی اور لڑکی والے بھی اور اس سے بھی بڑا المیہ یہ کہ اس سے نہ کوئی دین دار خاندان مستثنیٰ ہے اور نہ غیر دین دار خاندان۔ گویا ؎

ہم ہوئے ، تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
ایک ہی زلف کے سب اسیر ہوئے

مسلمان معاشروں سے اس جاہلی کیفیت کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک شادی بیاہوں کے ان تکلفات کی بیڑیوں کو کاٹ کر نہیں پھینک دیا جائے گا جن میں ایک بھاری بھرکم بارات کا کروفر کے ساتھ آنا اور پھر شاہانہ انداز میں اس کی ضیافت کرنا ہے۔

(باقی آئندہ)

ادب اسلامی

سورت بقرہ کے پہلے رکوع کا بامحاورہ

منظوم ترجمہ

ذیشان ظفر، سیالکوٹ

﴿الٓمّٓ﴾

یہ جدا جدا حروف ہیں وہ رازِ رحمان
جس کے فہم سے عاجز ہے سارا جہان
تاویلیں ہیں بہت، مُہر حق نہیں کوئی
پروانے چپ ، خاموش ہے نورِ قرآن

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾

مُبرائے شک ہے کلامِ عالم الغیب
یقین کر! بے یقینی میں پنپتا ہے ریب
انکارِ برہان عقل ناقص میں جرثوم ہے
جیسے اندھا مَہتاب کی دِید سے محروم ہے

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

ذوق و شوق و جہد سے جنم لیتے ہیں اسباب
جو نہ ہو طلبِ حق تو بے اثر ہے کھلی کتاب
یہ کتاب ہے ہدایت شائبہ نہیں اس میں
شک میں ہے وہ دِل تقویٰ نہیں جس میں

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o﴾

ماورا عقل عقل بشر کو ناگوار ہے
جسمانی و مالی عبادت سے یہ بیزار ہے
عمارتِ تقویٰ مگر انھیں پہ استوار ہے
بنا تقویٰ اوراق پہ نظر بیکار ہے
مَنْ يُّنِيْبُ سے اس بات کا اظہار ہے
ملی اُسے جو ہدایت کا طلب گار ہے

نماز ہے محکم روح وبدن کی یہ صفائی ہے
اپنے بندوں کے لیے رب نے جنت بنائی ہے
تکلیف ہے بہت کھال گر ثقیف ہے
تیرا نہیں یہ ، دے! تجھے کیا تکلیف ہے
رزق ہے سب عطائی جبھی تو حساب ہے
اِدھر سے اُدھر بھیجنے کا یہ انداز ہے

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ o﴾

کتب سماوی ہیں سب خدائی اس پہ ایمان ہے
نصابِ جدید ہے راہنمائی اس میں امتحان ہے
یقین آخرت تیرے عمل کی بنیاد ہے
بہشت یا جہنم! تیرے عمل پر انحصار ہے
خوف دنیا ہے یا ہے خوفِ آخرت
خوفِ غالب پہ تیرے عمل کا انحصار ہے

﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o﴾

فلاحِ اُخروی مستقل ، دنیا تو ناپائیدار ہے
نجاتِ دائمی کے لیے راہِ تقویٰ درکار ہے
راہِ فلاح تو قرآن کا نظام ہے
ثمر لافانی تو مُفْلِحُوْنَ کا انعام ہے
غیب ، صلات ، خرچ ، کتب و آخرت پر یقین کر
صفاتِ مُفْلِحُوْنَ سے تو بہشت کا مکین بن

(باقی صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

تاریخ اسلام — اسلام کی سب سے پہلی جنگ — قسط نمبر ۳ آخری

غزوۂ بدر (۱۷رمضان۲ھ)

فتح ونصرت الٰہیہ کی عظیم مثال

پروفیسر حافظ عبدالاعلیٰ درانی (بریڈفورڈ)

کفار ومعاندین کی کمر ہمت ٹوٹ گئی:

مشرکین کی حالت بہت خراب ہوچکی تھی۔ان کے عتبہ وشیبہ جیسے بڑے سردار مارے جاچکے تھے۔کچھ گرفتار ہوچکے تھے۔ابلیس جوان کا پشتیبان بنا ہوا تھا، میدان چھوڑ کر بھاگ چکا تھا۔ان کی صفیں مسلمانوں کے تابڑتوڑ حملوں سے درہم برہم ہونے لگیں۔ان کا لشکر بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگا۔صرف ابوجہل تھا جواُنھیں لڑا رہا تھا۔اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا۔انھیں حوصلہ دلا رہا تھا کہ مسلمانوں کو قتل نہ کرو،انھیں گرفتار کروتاکہ انھیں خوب سزائیں دی جائیں۔ سراقہ کے بھاگ جانے کا کوئی اثر نہ لو، وہ محمد(ﷺ) سے ملا ہوا تھا۔ عتبہ وشیبہ کے قتل پر دل خراب نہ کرو، انھوں نے خود جلد بازی کی۔ اے گروہِ قریش !جم کرلڑو اور اپنے باپ دادا کی روایات کو یاد رکھو۔اس طرح ابوجہل اپنی دانست میں اس سیلاب کے سامنے بند باندھنا چاہتا تھا۔

ابوجہل کا ننھے مجاہدوں کے ہاتھوں قتل:

ابوجہل نے اپنے گرد نیزہ برداروں کا ایک جتھا جمع کررکھا تھا۔ اتنے میں دو انصاری نوجوان اس کی طرف موت کا فرشتہ بن کر لپکے۔یہ بالکل نوعمر تھے۔ایک کا نام معاذ بن عمرو بن جموح تھا اور دوسرے کامعوذ بن عفراء۔(صحیح بخاری میں ان دونوں کا نام معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ آیا ہے۔موخرالذکراسی جنگ میں شہید ہوگئے تھے۔اور معاذ بن عمرو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔) یہ دونوں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں کھڑے ان سے ابوجہل کا پوچھ رہے تھے۔ کیوں کہ وہ اسے پہچانتے نہ تھے۔انھوں نے پوچھا کہ تم نے ابوجہل کو کیا کہنا ہے؟ دونوں بولے: چچا جان! سنا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتا ہے،آج ہم اس سے بدلہ لے کر رہیں گے۔حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اشارے سے بتایا کہ دیکھو وہ جولوگوں کو باربار بلا رہا ہے، یہی ابوجہل ہے۔انھوں نے دیکھا کہ اس کے گرد ایک دستہ حفاظت پر مامور ہے۔اسی دم اسلامی فوج کا ایک ریلا آیا تو ابوجہل تنہا رہ گیا۔اور اپنے گھوڑے پر سوار اِدھر اُدھر بھاگنے لگا۔ ان دونوں بچوں نے جھپٹ کر اسے نشانے پر رکھ لیا۔ابوجہل پہلے تو یہی سمجھا کہ بچے مذاق کررہے ہیں۔لیکن جب ایک نے اس کے پاؤں پرتلوار کی بھرپور ضرب لگائی کہ اس کی آدھی ٹانگ کٹ گئی۔ دوسری طرف معوذ بن عفراء نے اس پر بھرپور وار کرنا شروع کردیے۔وہ بتاتے ہیں کہ اتنے میں مجھے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے گھیرلیا۔اس نے میرے کاندھے پرتلوار ماری کہ پورا بازو لٹک گیا۔لیکن معوذ کے حملے سے ابوجہل گھائل ہوکر گرچکا تھا۔اور ہم دونوں اپنا اپنا بچاؤ بھی کرتے جاتے تھے اور ابوجہل کا سامان بھی اس کے جسم سے اتارتے جاتے تھے۔

ان دونوں نے رسول اقدس ﷺ کے سامنے پہنچ کر آپ ﷺ کو بتایا کہ ہم نے ابوجہل کو قتل کردیا ہے۔آنحضور ﷺ نے دونوں کی تلواریں خون آلود دیکھیں اور شاباش دی کہ تم نے اس امت کے فرعون کو تہِ تیغ کیا ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ابوجہل

کا پتا کر کے آئے؟ یہ سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے ڈھونڈنے لگے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے پہچان لیا۔ وہ شدید زخمی تھا۔ جسم میں کوئی جان باقی نہ تھی۔ البتہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جب حضرت عبداللہ نے اس کا سر اتارنے کے لیے اس کی داڑھی پکڑی اور کہا: او اللہ کے دشمن! آخر کار تُو ذلیل و رسوا ہوا۔ وہ بولا میں کیوں رسوا ہوا؟ واللہ جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے اس جیسا بہادر اور کوئی دیکھا بھی ہے تم نے؟ مجھے یہ حسرت ضرور ہے کہ یثرب کے کسانوں کے ہاتھوں قتل کیا جا رہا ہوں۔ پوچھنے لگا: بتاؤ آج فتح کس کی ہوئی؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اتنے میں آپ اس کی گردن پر پاؤں رکھ چکے تھے۔ کہنے لگا: او بکریوں کے چرواہے! تُو بڑی اونچی جگہ چڑھ گیا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے ابوجہل کا سر کاٹ لیا اور اسے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ رہا اللہ کے دشمن کا سر۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی حیرت سے فرمایا: کیا واقعی یہ ابوجہل کا سر ہے! لا الٰہ الا اللہ! اس کے بعد فرمایا:

((اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ و ہزم الاحزاب وحدہ.))

''تمام تعریفوں کے لائق وہی ذات ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔''

پھر فرمایا: مجھے اس کی لاش دکھاؤ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی لاش دیکھی تو فرمایا: یہ اس امت کے فرعون کی لاش ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''عزت تو صرف اللہ و رسول اور مومنوں کی ہے۔''

اور کفار کے لیے دونوں جہانوں کی ذلت و رسوائی!

جنگ بدر میں ایمان کے تابناک نقوش:

اس معرکے میں قدم قدم پر ایسے مناظر پیش آئے جن میں عقیدے کی قوت اور اصول کی پختگی نمایاں اور جلوہ گر تھی۔ اس معرکے میں باپ بیٹے میں اور بھائی بھائی میں صف آرائی ہوئی۔ اصولوں کے اختلاف پر تلواریں بے نیام ہوئیں۔ اور مظلوم و مقہور نے ظالم و قاہر سے ٹکرا کر اپنے غصے کی آگ بجھائی۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب زور کا رَن پڑا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ کے کچھ لوگ زبردستی میدان جنگ میں لائے گئے ہیں۔ انھیں ہماری جنگ سے کوئی سروکار نہیں، لہٰذا بنو ہاشم کا کوئی آدمی کسی کی زد میں آ جائے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور ابوالبختری بن ہشام بھی کسی کی زد میں آ جائے تو وہ اسے بھی قتل نہ کرے اور عباس بن عبدالمطلب کسی کی زد میں آ جائیں تو وہ بھی انھیں قتل نہ کرے۔ کیوں کہ وہ بالجبر لائے گئے ہیں۔

ابوالبختری کے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے اپنا ہاتھ سب سے بڑھ کر روکے ہوئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاتا تھا اور نہ اس کی طرف سے کوئی ناگوار بات سننے میں آئی تھی۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے بائیکاٹ کا صحیفہ چاک کیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احسان شناسی ظاہر ہوتی ہے۔

اس معرکے میں مشہور مکی سردار امیہ بن خلف اپنے بیٹے سمیت قتل ہو گیا۔ جنھیں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے قیدی بنا لیا تھا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو دیکھ کر نہایت بلند آواز میں پکارا اے انصاریو: اللہ کا دشمن یہاں ہے۔ لوگ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر لپکے اور ان دونوں کو کاٹ ڈالا۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار:

اس جنگ میں حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک لکڑی تھما دی اور فرمایا: عکاشہ! اسی سے لڑائی لڑو۔ عکاشہ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہلایا تو وہ ایک لمبی مضبوط اور چم چم کرتی ہوئی

سفید تلوار میں تبدیل ہوگئی۔ پھر انھوں نے اس سے لڑائی لڑی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کردی۔ اس تلوار کا نام ''عون'' (مدد) رکھا گیا تھا۔ یہ تلوار مستقلاً حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہی یہاں تک کہ دورِ خلافت صدیق میں مرتدین کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوگئے، اس وقت بھی یہ تلوار ان کے پاس تھی۔

صرف اسلام کا رشتہ:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنے سگے بھائی ابوعزیر بن عمیر عبدی کے پاس سے گزرے۔ اس وقت ایک انصاری صحابی انھیں باندھ رہے تھے۔ ابوعزیر نے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اس انصاری سے کہا: بھائی! اس کے ذریعے سے اپنے ہاتھ مضبوط کرنا۔ اس کی ماں بڑی مال دار ہے۔ وہ تمھیں مالا مال کردے گی۔ اس پر ابوعزیر نے اپنے بھائی مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا اپنے بھائی کے بارے میں تمھاری یہی وصیت ہے؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! تمھاری بجائے یہ میرا بھائی ہے کیوں کہ مومن ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ناگواری:

جس وقت مسلمانوں نے مشرکین کی گرفتاری شروع کی، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چھپر میں تشریف فرما تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کیے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگوار تاثرات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے سعد! ایسے محسوس ہوتا ہے کہ تمھیں مسلمانوں کا یہ کام ناگوار محسوس ہو رہا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! واللہ یہ اہل شرک کے ساتھ پہلا معرکہ ہے، جس کا موقع اللہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اس لیے اہل شرک کو باقی چھوڑنے کی بجائے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ انھیں خوب قتل کیا جائے اور اچھی طرح انھیں کچل دیا جائے۔

حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا افسوس:

جب مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا گیا اور عتبہ بن ربیعہ کو کنویں کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جا رہا تھا تو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے صاحبزادے ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ غم زدہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوحذیفہ! غالباً اپنے والد کے سلسلے میں تمھارے دل کے اندر کچھ احساسات ہیں؟ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا نہیں ہے۔ میرے اندر اپنے باپ کے قتل کے بارے میں کوئی لرزش نہیں ہے۔ البتہ میں اپنے باپ کے متعلق جانتا تھا کہ اس میں سوجھ بوجھ ہے، دوراندیشی اور فضل وکمال ہے، اس لیے میں آس لگائے بیٹھا تھا کہ یہ خوبیاں اسے اسلام تک پہنچا دیں گی لیکن اب اس کا انجام دیکھ کر اور اپنی توقع کے خلاف کفر پر اس کا خاتمہ دیکھ کر مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی تحسین کی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

مسلمانوں کے شہداء کا مدفن:

اس معرکہ حق و باطل میں صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین اور آٹھ انصاری۔ اور یہ چودہ شہید ایک ہی جگہ پر دفن ہیں۔ وہ چند فٹ کا ایک احاطہ ہے جس کے اوپر کوئی چھتری نہیں، کوئی گنبد نہیں اور کوئی اونچی قبر نظر نہیں آرہی۔

مشرکین کے مردار اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب:

بدر میں مشرکین کے مقتولین کی تعداد ستر تھی۔ اور ستر ہی قیدی بنائے گئے۔ ان کے مقتولین و ماسورین کوئی معمولی لوگ نہ تھے۔ بڑے جنگجو، قائدین، سپہ سالار، سردار اور سربرآوردہ لوگ تھے۔ ان مقتولین کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا تو آنحضور نے ان سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ ہمارے لیے اجنبی نہ تھے۔ تم اپنے نبی کو اچھی طرح جانتے تھے پہچانتے تھے، تم اپنے نبی کے رشتہ دار بھی تھے۔ لیکن تم کتنے برے رشتہ دار ثابت ہوئے۔ تم نے نبی کو جھٹلایا جب کہ باہر کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔ تم نے مجھے پناہ دینے سے انکار کر دیا جب کہ

اوروں نے میرے لیے دیدہ و دل فراش راہ کیے۔تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑا جب کہ اوروں نے میری تائید کی۔لیکن اللہ نے اپنی نبی کو سرفراز فرمایا اور اس کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کر دیا۔اگر تم نے اللہ ورسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج تمھارا یہ عبرت ناک انجام نہ ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے سن رہے تھے۔ عرض کی اے اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے باتیں کر رہے ہیں جن کے اندر روح ہی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔(صحیح بخاری)

منحوس گڑھے کی نشان دہی:

راقم نے بدر کے بدوؤں سے اس جگہ کی نشان دہی چاہی جہاں مشرکین کے مرداروں کو پھینکا گیا تھا تو انھوں نے ایک جگہ کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا کہ حتمی طور پر تو ہم نہیں بتلا سکتے، البتہ یہ چند میٹر جگہ ایسی ہے جہاں کبھی کوئی سبزہ نہیں اُگا۔مشرکین کے ناپاک وجود کی نحوست اب تک موجود ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

مدینے میں فتح کی خوش خبری:

فتح کی خوش خبری مدینے پہنچانے کے لیے نبی ﷺ نے دو قاصد روانہ فرمائے۔بالائی مدینہ کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور زیریں مدینہ کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔اس دوران میں یہود اور منافقین نے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے مدینے میں ہلچل برپا کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کے قتل کی خبر بھی اڑائی ہوئی تھی۔چنانچہ جب ایک منافق نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نبی اقدس ﷺ کی اونٹنی قصواء پر سوار آتے دیکھا تو بول پڑا: واقعی محمد قتل کر دیے گئے ہیں۔دیکھو! یہ تو انھی کی اونٹنی ہے۔ہم اسے پہچانتے ہیں۔اور یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے جو شکست کھا کر بھاگا ہے۔اور اس قدر مرعوب ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہے۔بہرحال جب دونوں قاصد پہنچے تو مسلمانوں نے انھیں گھیر لیا اور ان سے تفصیلات سننے لگے۔حتی کہ انھیں یقین آ گیا کہ مسلمان فتح یاب ہوئے ہیں۔ یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست وبربادی کی خبر بڑی بری لگی۔ بنونبہان قبیلے کا رئیس کعب بن اشرف یہودی بولا: کیا واقعی ایسا ہو گیا ہے؟ یہ لوگ تو عرب کے اشراف اور بادشاہ تھے اگر محمد نے ان کو مار لیا ہے تو رُوئے زمین کا شکم اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔اس کے برعکس مسلمانوں میں اس خبر کے بعد ہر طرف مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی اور مدینے کے درو بام تہلیل وتکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے اور جو سربرآوردہ مسلمان مدینے رہ گئے تھے وہ فتح کی مبارک باد دینے کے لیے مدینے سے بدر کی طرف نکل پڑے۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں:

آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے ایک دن بعد قیدیوں کی آمد آمد ہوئی۔آپ نے انھیں صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔اس وصیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ خود کھجور کھاتے لیکن قیدیوں کو روٹی کھلاتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے نبی: یہ لوگ ہمارے ہی چچیرے بھائی اور کنبے قبیلے کے لوگ ہیں۔میری رائے ہے کہ ان سے عام جنگی اصول کے تحت فدیہ لے لیں۔اس طرح جو کچھ ہم لیں گے وہ کفار کے خلاف ہماری قوت کا ذریعہ ہو گا اور یہ بھی متوقع ہے کہ اللہ انھیں ہدایت عطا فرما دے۔اور وہ ہمارے دست وبازو بن جائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو ان کی رائے بالکل مختلف تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ حضور! میرا رشتہ دار مجھے عنایت فرما دیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا رشتے دار اور علی رضی اللہ عنہ کو عقیل بن ابی طالب اور فلاں اور جو حمزہ کا رشتہ دار ہے، اسے حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا جائے اور ان سب کی گردنیں ماری جائیں۔تاکہ حق تعالیٰ جان لے کہ ہم اس کے باغیوں کے بارے میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔اور یہ حضرات

مشرکین کے لیڈر ہیں۔ان کا قلع قمع ہونا بہت ضروری ہے۔لیکن نبی اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند فرمائی۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ اگلی صبح میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضور ﷺ خود بھی رو رہے تھے اور ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی۔ میں نے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا فدیہ قبول کرنے کی وجہ سے تمھارے اصحاب پر جو چیز پیش کی گئی ہے، اسی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔آپ ﷺ نے قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھ پر ان کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب پیش کیا گیا اور یہ وحی نازل ہوئی ہے:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾[الانفال:٦٧]

''نبی کے لیے زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ دشمنوں کو اچھی طرح نہ کچل دے تم تو دنیا کے فائدے چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔''

اور اللہ کی طرف سے جو نوشتہ سبقت کر چکا تھا وہ یہ تھا:

''پس جب کافروں سے تمھاری مڈبھیڑ ہو تو ان کی گردنیں خوب مارو یہاں تک کہ جب ان کا خون بہا چکو تو بچے کھچے کافروں کو قیدی بناؤ اور اچھی طرح انھیں قابو کرو، پھر خواہ احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر رہا کردو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔(سورت محمد:۴)

یعنی مشرکین کو جنگ میں قید کرنے کے بعد یا تو احسان کرو یا فدیہ لے لو۔چونکہ اس نوشتے میں قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت دی گئی ہے۔اس لیے صحابہ کرام کو قبول فدیہ پر صرف سرزنش کی گئی ہے اور یہ بھی اس لیے کہ انھوں نے کفار کو اچھی طرح کچلنے سے پہلے قیدی بنا لیا تھا۔اور اس لیے بھی کہ انھوں نے ایسے ایسے مجرمین جنگ سے فدیہ لینا قبول کر لیا تھا جو صرف جنگی قیدی نہ تھے بلکہ جنگ کے بھڑکانے کے مجرم تھے۔ان جیسے مجرموں پر مقدمہ چلایا جاتا ہے جس کا فیصلہ سزائے موت یا عمر قید ہوتا ہے۔

بہ ہر حال چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق معاملہ طے ہو چکا تھا۔اس لیے قیدیوں سے فدیہ طلب کیا گیا۔فدیہ کی مقدار ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تھی۔اہل مکہ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے، اس لیے طے کیا گیا کہ جس کے پاس فدیہ نہ ہو۔وہ مدینے کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔جب یہ بچے اچھی طرح سیکھ جائیں گے تو یہی اس فدیہ ہوگا۔رسول اللہ ﷺ نے کئی قیدیوں کو پر احسان فرمایا اور انھیں بغیر فدیہ لیے رہا کر دیا۔اس فہرست میں مطلب بن حطب، صیفی بن ابی رفاعہ اور جاہلی شاعر ابوعزہ جمحی کے نام آتے ہیں۔ابوعزہ جنگ احد میں بھی شریک ہوا تھا لیکن قید ہو گیا پھر قتل کر دیا گیا۔

نبی اقدس ﷺ نے اپنے داماد ابوالعاص کو بھی اس شرط پر بلا فدیہ چھوڑ دیا کہ وہ حضرت زینب کی راہ نہ روکیں گے۔چنانچہ ابوالعاص نے مکہ پہنچتے ہی اپنی بیوی اور آنحضور اقدس ﷺ کی لخت جگر کو مدینہ بھیج دیا تھا۔

حضور ﷺ کا عفو و درگزر:

قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا جو بڑا زور آور خطیب تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ اس کے اگلے دو دانت توڑ دیے جائیں، اس کی زبان لپٹ جایا کرے گی اور وہ کسی جگہ خطیب بن کر آپ ﷺ کے خلاف کھڑا نہیں ہو سکے۔لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ نے یہ تجویز نہیں مانی کیوں کہ یہ ''مُثلے'' کے ضمن میں آتا ہے جس سے خداوند تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا۔اسے حضرت سعد بن نعمان رضی اللہ عنہ کے بدلے رہا کر دیا گیا کیوں کہ وہ عمرے پر گئے تو ابوسفیان نے انھیں یرغمال بنا لیا تھا۔

خبر ہزیمت جب مکہ پہنچی:

ابو جہل سمیت ستر بندوں کے عبرت ناک قتل اور ستر کے قیدی بنا لیے جانے کے بعد تو مشرکین کی کمر بالکل ہی ٹوٹ گئی۔ وہ سراسیمہ ہو کر غیر منظم طریقے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ احساس شکست، شرم وندامت کے سبب ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مکہ یہ خبر لے کر کیسے جائیں۔ سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ بنو خزاعہ کا ایک شخص حیسمان بن عبداللہ تھا۔ اس کے پہنچتے ہی لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے کہ خبر کیا ہے بتاؤ۔ یہ پہلے ہی حواس باختہ تھا۔ اس نے چھوٹتے ہی بتانا شروع کر دیا کہ ابوالحکم بن ہشام مارا گیا، امیہ بن خلف کٹ گیا، عتبہ وشیبہ اور ان کا باپ ربیعہ بھی قتل ہو گیا۔ اس طرح وہ تسلسل کے ساتھ مقتولین کے نام لیتا جا رہا تھا۔ حطیم میں ایک شخص صفوان بن امیہ بیٹھا ہوا تھا اسے یہ آدمی پاگل لگا تو اس نے لوگوں سے کہا: اگر یہ ہوش میں ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے پوچھا صفوان بن امیہ کا کیا ہوا۔ تو اس نے کہا وہ دیکھو وہ حطیم میں بیٹھا ہوا ہے اس طرح اس کے ہوش وحواس کی تصدیق ہو گئی۔

مکہ میں پہنچنے والی اس خبر کی تصدیق کے بعد مکے والوں میں چیخ وپکار شروع ہو گئی لیکن جو لوگ اپنا ایمان چھپائے بیٹھے تھے، انھیں اس خبر سے بڑی خوشی ہوئی۔ ان کے سینے تن گئے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں ان دنوں حضرت عباس کا غلام تھا۔ ہمارے گھر میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباس مسلمان ہو چکے تھے۔ ام الفضل مسلمان ہو چکی تھیں۔ میں بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ البتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام چھپایا ہوا تھا۔ ادھر ابولہب بزدلی کی وجہ سے معرکہ بدر میں شریک نہ ہوا تھا۔ جب اسے لشکر قریش کی ہزیمت کی خبر ملی تو اللہ نے اس پر ذلت ورُوسیاہی طاری کر دی۔ اور ہمیں اپنے اندر قوت وعزت محسوس ہوئی۔ میں کمزور آدمی تھا۔ تیر بنایا کرتا تھا اور زمزم کے حجرے میں بیٹھا تیر کے دستے چھیلتا رہتا تھا۔ میرے پاس ام الفضل بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور جو خبر آئی تھی اس سے ہم تو شاداں وفرحاں تھے کہ ابولہب پاؤں گھسیٹتا ہوا آ پہنچا۔ اور حجرے کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اچانک شور ہوا۔ یہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھا۔ ابولہب نے اس سے کہا میرے پاس آؤ۔ میری عمر کی قسم! کوئی خبر لائے ہو۔ وہ ابولہب کے پاس بیٹھ گیا۔ ابولہب نے اس سے کہا بھتیجے بتاؤ کیا حال رہا؟ اس نے کہا کچھ نہیں۔ بس لوگوں سے ہماری مڈھ بھیڑ ہو گئی اور ہم نے اپنے گردنیں ان کے حوالے کر دیں۔ وہ ہمیں جیسے چاہتے تھے قتل کرتے تھے اور جیسے چاہتے تھے قید کرتے تھے۔ اور خدا کی قسم! میں اس کے باوجود لوگوں کو ملامت نہیں کر سکتا۔ درحقیقت ہماری مڈ بھیڑ کچھ ایسے گورے چٹے لوگوں سے ہوئی تھی۔ جو آسمان وزمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدا کی قسم نہ وہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے اور نہ کوئی چیز ان کے مدمقابل ٹھہر پاتی تھی۔ ابورافع کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے خیمے کا کنارہ اٹھایا پھر کہا واللہ! وہ فرشتے تھے۔ یہ سن کر ابولہب نے میرے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ میں بھی اس کے گلے پڑ گیا۔ ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے اس نے مجھے زمین پر لٹا دیا اور مارنے لگا۔ لیکن اتنے میں ام الفضل نے اٹھ کر خیمے کا ایک کھمبا لیا اور اسے ایسی ضرب ماری کہ سر میں بری طرح چوٹ آ گئی۔ اور بولیں اس کا مالک نہیں ہے اس لیے تُو نے اسے کمزور سمجھ رکھا ہے۔ ابولہب کھسیانا ہو کر اٹھا اور چلا گیا۔

اس کے بعد وہ صرف سات راتیں گزار سکا کہ اسے طاعون کی گلٹی نکل آئی۔ اسے عرب میں بہت منحوس سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ مرنے کے بعد اس کے بیٹوں نے بھی اسے یونہی چھوڑ دیا اور وہ تین روز تک بے گور وکفن پڑا رہا۔ کوئی اس کے قریب نہیں جاتا تھا اور نہ اس کی تدفین کی کوشش کرتا تھا۔ جب اس کے بیٹوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ اس طرح چھوڑنے پر لوگ انھیں ملامت کریں گے تو ایک گڑھا کھود کر اس میں لکڑی سے اس کی لاش دھکیل دی اور دور ہی سے پتھر پھینک کر چھپا دی۔ یہ ہوا انجام اس شخص کا جو رسول اقدس ﷺ کا دشمن تھا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہو گیا:

❁......''تباہ گیا ابولہب۔اس کے مال اور کسب نے اسے کوئی نفع نہ دیا۔وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔'' (سورت لہب:۱-۳)

❁......''جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائیں، اللہ کی لعنت ہوئی ان پر دنیا و آخرت میں اور رسوا کن عذاب ان کا مقدر ٹھہرا۔''(الاحزاب:۵۷)

مقتولین کے نوحے پر پابندی:

مشرکین نے اپنی ذلت و رسوائی کو چھپانے کی خاطر مقتولین کا نوحہ کرنے پر پابندی عائد کر دی تا کہ مسلمان خوش نہ ہوں۔مگر دلی جذبات کو کون روک سکتا ہے ۔ ایک اندھا آدمی تھا اسود بن عبدالمطلب ،اس کے تین بیٹے مقتول ہوئے۔وہ ان پر رونا چاہتا تھا۔ ایک دن وہ مکے کے باہر کسی وادی میں چلا گیا تا کہ تنہائی میں اپنے غم پر رو سکے۔اتنے میں اسے کسی نوحہ گر عورت کی آواز سنی۔اس نے اپنے غلام کو پتا کرنے بھیجا تو اس نے بتایا کہ یہ عورت تو اپنے گمشدہ اونٹ پر رو رہی ہے۔اسود یہ سن کر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا۔اور بے اختیار کہہ اٹھا ؎

اتبکی ان یضل لھا بعیر
ویمنعھا من النوم سھود

''کیا وہ ایک اونٹ کے گم ہو جانے پر روتی ہے۔اس پر بے خوابی نے اس کی نیند حرام کر رکھی ہے۔''

فلا تبکی علی بکر ولکن
علی بدر تقاصرت الجدود

''تو اونٹ پر نہ رو بلکہ بدر پر رو، جہاں قسمتیں پھوٹ گئیں۔''

علی بدر سراۃ بنی ھصیص
و مخزوم و رھط ابی الولید

''ہاں ہاں بدر پر رو جہاں بنی ہصیص ، بنی مخزوم اور ابو ولید کے قبیلے کے سربرآوردہ لوگ تھے۔''

وبکی ان بکیت علی عقیل
وبکی حارثا اسد الاسود

''اگر رونا ہی ہے تو عقیل پر رو۔اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔''

وبکیھم ولاتسمی جمیعا
وما لابی حکیمۃ من ندید

''تُو ان پر رو اور سب کا نام نہ لے۔اور ابی حکیمہ کا تو کوئی ہمسر ہی نہ تھا۔''

الا قد ساد بعدھم رجال
ولولا یوم بدر لم یسودوا

''دیکھو ان کے بعد ایسے ایسے لوگ سردار بن گئے کہ اگر بدر کا دن نہ ہوتا تو وہ سردار نہ ہو سکتے تھے۔''

شرکائے بدر کا اعزاز:

جتنے مسلمان بھی جنگ بدر میں شریک ہوئے ان سب سے اللہ راضی ہوا اور ان کے دلوں میں مہر و وفا کا نور مکمل طور پر بھر دیا۔ان سب کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے اہل بدر! آج کے بعد کوئی عمل تمھارے لیے جنت میں داخلے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔اہل بدر کی جان نثاری ایسی تاریخی اور نا قابل فراموش قرار دے دی گئی کہ اہل اسلام میں اس گروہ کو ہمیشہ نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ان کی ہر خطا قابل معافی سمجھی گئی۔حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے ایک سنگین خطا ہوئی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جلال میں آ کر ان کے قتل کی اجازت مانگنے لگے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر تم نہیں جانتے کہ حاطب بدری صحابی ہے۔اور بدری آدمی منافق نہیں ہو سکتا۔چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ہمیشہ بدری صحابہ کو شوریٰ میں بھی اوّلیت دیے رکھی بلکہ ان کے وظائف بھی دوسرے لوگوں سے زیادہ مقرر فرمائے۔بدری ساتھیوں کی وفاداری آج بھی ضرب المثل بنی ہوئی ہے اور تا ابد اُن کا یہ اعزاز برقرار رہے گا۔

مسلمانوں میں حقیقی عید کی خوشیاں:

قریشیوں کے قلع قمع اور اہل مدینہ کی عزت وحوصلہ افزائی کے ان لمحات میں عید الفطر آ گئی۔ اور حسن اتفاق سے اسی سال رمضان کے روزے اور صدقہ فطر فرض کیا گیا۔ اور زکات کا نصاب متعین فرمایا گیا۔اس لحاظ سے اہل ایمان کی یہ عید بڑے خوش گوار حالات میں وارد ہوئی۔ کتنا ایمان افروز تھا عید کا منظر جب تمام مومن مرد وعورت سمیت تکبیر وتہلیل بیان کرتے ہوئے عید گاہ کی طرف جارہے تھے۔ ان کے دل اللہ کی کبریائی وعظمت سے آباد تھے۔ آنکھوں میں امید کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور ان کے سر رب کائنات کے حضور شکر و سپاس کے لیے جھکے ہوئے تھے۔ اور حق تعالیٰ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا:

''اور یاد کرو! جب تم زمین میں قلیل تھے کمزور بنا دیے گئے تھے، اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں، سو اللہ نے تم کو رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں بہ طور رزق عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔'' (سورت انفال:۲۶)

عید آزاداں شکوہ ملک و دین
عید محکوماں ہجوم مومنین



بقیہ: منظوم ترجمہ

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَ أَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

کیا جس نے واضح ہدایت کا انکار ہے
دلیل روشن و نصیحت بھی اب بیکار ہے
رسولِ خدا تو خدا کا ترجمان ہے
اللہ کے ہاتھ ، ہدایت کا میزان ہے
جہنمی ہے وہ ، فسق و فجور پر جسے اطمینان ہے
لطف و کرم و رحم ہے جا بجا ، اللہ تو رحمان ہے

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ایمان ہے مقوی قلب ، انکار سے دل بیمار ہے
کفر پیوست ہے اس قدر کہ مرض لا علاج ہے
کانوں پر ہاتھ ہیں ، صدائے حق ہے چار سو
آنکھیں ہیں بینا مگر پردہ کفر ہے رو بہ رو
مہتاب نما دین سے بے دھڑک انکار ہے
کھلے جرمِ عظیم پر بہت بڑا عذاب ہے



خطیب کے ضرورت مند

ضلع گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، شیخوپورہ کے قرب وجوار میں کسی جگہ امامت، خطابت کے لیے پنجابی، سرائیکی زبان میں خطیب کی ضرورت ہو تو رابطہ کریں۔

حافظ عبدالغفار صاحب۔0303-0110592



دعائے صحت

مولانا عبدالرحمان ثاقب خطیب وامام جامع مسجد اہل حدیث مارچ بازار سکھر سندھ ان دنوں علیل ہیں۔احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

عبدالرحیم اظہر۔0308-6361944



نقطۂ نظر

صہیونی دجل سے ہوشیار باش

عطاءمحمد جنجوعہ

امریکا کا مشکل وقت میں کسی مسلم ملک نے جس قدر ساتھ دیا امریکا کے ردّعمل میں تعاون کرنے کی بجائے اتنا ہی نقصان پہنچا۔ مشاہدے کی بات ہے، جس قوم نے جانی و مالی قربانیاں دے کر اُسے سولو فلائی تخت پر بٹھایا امریکا اُس کی نسل نو کو قتل کرتا آرہا ہے تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان میں مارشل لا کے دوران اس کی یک جہتی وسلامتی پر کاری ضرب لگائی جاتی ہے۔ اس کے بعد آنے والی سول حکومت کی پارلیمنٹ منظوری کی مہر لگاتی رہی ہے۔ امریکا نے جس لیڈر یا تنظیم سے کام لینا چاہا آؤ بھگت کی اور مراعات دیں لیکن جب مقصد حل ہوگیا تو اس نے اسے اپنے لیے مستقبل میں خطرہ سمجھ کر صف اول کا دشمن سمجھنا شروع کردیا۔

سرد جنگ کے دوران دنیا نظریاتی طور پر دو بلاکوں میں منقسم تھی: روس سوشلزم کا پرچار کرتا رہا جب کہ امریکا آزادی اور جمہوریت کے فروغ کے لیے بے دریغ سرمایہ خرچ کرتا رہا۔ برصغیر کے مسلمان برطانوی غلامی کے دوران جمہوریت کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ آزادی کے بعد پاکستان امریکی بلاک سے منسلک ہوگیا۔

ذوالفقار علی بھٹو نے انتخابی منشور میں اعلان کیا اسلام ہمارا دین ہے سوشلزم ہماری معیشت ہے، جمہوریت ہماری سیاست ہے اور طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ انتخابی مہم کے دوران روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ عوام میں بے حد مقبول ہوا چنانچہ بھٹو نے برسر اقتدار آکر چند نجی اداروں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لیا۔ چینی آٹا کے حصول کے لیے عوامی ڈپو قائم ہوئے لوگوں کو ایک کلو چینی کے لیے دن بھر قطاروں میں کھڑا ہونا پڑا۔ تاریخ کے اس دور میں چند سکالر صاحبان نے سوشلزم کی تردید میں بہت کچھ لکھا اور اس کے خلاف فتویٰ دائر کیا اور اُنھوں نے جمہوریت کے حق میں عرق ریزی کی۔ بھٹو حکومت کے دوران عوام میں سیاسی شور پیدا ہوا لیکن عوام سوشلزم کے نام سے متنفر ہو گئے اور اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو گئے۔ جنرل ضیاء الحق نے نفاذ اسلام کا اعلان کردیا۔ عربی زبان کو فروغ ہوا۔ وفاق کی اسناد کو ایم۔اے کے مساوی قرار دیا۔ بینک سے زکات کی کٹوتی کے آرڈر جاری ہوئے۔ اسلامی تشخص اُجاگر ہوا لیکن ملک میں قرآن وسنت سپریم لا کی حیثیت حاصل نہ کرسکا۔ ضیائی مارشل لا کے دوران روس نے افغانستان میں مداخلت کی قدرت خدا کی دیکھیے وہی انگریز جنھوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لیے قادیانی پودا کاشت کیا اسی کے اشارے پر پاکستان میں جہادی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ حتیٰ کہ امریکا کے زیر اثر مسلم حکومتوں نے اپنے نوجوانوں کو افغانستان بھیجا جو افغان بھائیوں کے ساتھ مل کر روس کے خلاف لڑتے رہے یہی مجاہدین وائٹ ہاؤس کا جھومر بنے رہے۔ جونہی شوشلزم دریائے آمور کی لہروں میں تحلیل ہوگیا اور روس کا آخری سیاسی پل پار کرگیا تو امریکا نے ان مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ امریکا نے فرعونی تخت پر بیٹھ کر آرڈر جاری کیا کہ پاکستان اُن کو پکڑ کر امریکا کے حوالے کرے۔

روس کے خلاف مرکزی کردار ادا کرنے والے جرنیلوں سمیت پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو دھماکے سے اُڑا دیا گیا۔ پاکستان دفاعی ماہرین کی صلاحیت سے محروم ہوگیا افغانستان میں طالبان نے کنٹرول سنبھال لیا۔ وہاں شرعی قانون کی برکات سے جرائم کی شرح کم ہوگئی مسلم ملک میں خلافت کی بحالی کا نظریہ اُجاگر ہوا۔

امریکا نے مسلم دنیا میں جہادی جذبہ مسمار کرنے اور شرعی قانون سے محروم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی صہیونی سازش سے نائن

الیون کا حادثہ ہوا۔امریکی کال سن کر جنرل مشرف نے حمایت کا اعلان کر دیا۔امریکا نے افغانستان پر حملہ کر دیا طالبان حکومت کا خاتمہ ہوگیا روس کے خلاف لڑنے والے غیر ملکی مجاہدین کے ایڈریس امریکا کو معلوم تھے۔امریکا نے اُن کو القاعدہ کا نام دیا اور نائن الیون کا ذمہ دار القاعدہ کو قرار دیا۔امریکا نے القاعدہ کی تلاش کی آڑ میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر بمباری کی انتہا کر دی۔ چونکہ اُنھوں نے یہاں نکاح کر لیے تھے،امریکا ڈرون حملوں سے اُن کے بچوں کو ہلاک کرتا رہا۔قبائلی علاقوں کی طالبات لال مسجد میں زیر تعلیم تھیں جنھوں نے پاکستان میں فحاشی و عریانی کے خاتمہ اور اسلامی نظام رائج کرنے کا مطالبہ کیا۔تاریخ اسلام میں خانہ جنگی کے دوران مردوں کا قتل عام بے دردی سے ضرور ہوا۔لیکن فریق مخالف کی عورتوں پر کسی نے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ اُن کو باعزت مطلوبہ مقام پر پہنچایا۔پاکستان کے جنرل مشرف نے فوجی آپریشن کے ذریعے سیکڑوں طالبات کے جسموں کے پرخچے اُڑا دیے۔بے حیائی و فحاشی پر پابندی عائد ہو جائے تو حقوق نسواں کی عالمی تنظیمیں چیخ و پکار شروع کر دیتی ہیں لیکن بے حیائی کے خاتمے کے لیے احتجاج کرنے والی طالبات کے چیتھڑے اُڑا دیے گئے کسی تنظیم نے عالمی سطح پر نوٹس نہیں لیا۔

جنرل پرویز مشرف نے جنرل ضیاء الحق کے دور کے اسلامی تشخص کو پریس کرنے کے لیے اتاترک کی سیکولر پالیسی نافذ کرنے کا اعلان کیا۔اردو خطبہ جمعہ کے دوران الاؤڈ سپیکر بند رکھنے کا حکم جاری ہوگیا۔عورتوں کو اسمبلی میں موثر نمائندگی دی۔قومی اداروں اور سرکاری دفاتر میں مخلوط سسٹم رائج ہوا۔ پاکستانی یونیورسٹیوں میں طلباء و طالبات کو گھومنے پھرنے کی آزادی حاصل ہوگئی بہبود خواتین کے نام پر زنا بالرضا جرم نہ رہا۔ایٹمی توانائی کا منصوبہ رول بیک ہوگیا۔آصف زرداری کی سول حکومت نے پرویز مشرف کے رائج قوانین پر عمل درآمد جاری رکھا۔عوام کو ریلیف نہیں ملا۔ مہنگائی نے کمر توڑ دی پاکستان کے علاقوں میں ڈرون حملوں کا سلسلہ جاری رہا لیکن افغانستان میں طالبان کے حملوں نے امریکا کو انخلا کی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔۲۰۱۳ء کے قومی انتخابات میں زرداری پالیسی مخالفت کی وجہ سے مسلم لیگ کو واضح مینڈیٹ ملا۔میاں نواز شریف نے برسر اقتدار آ کر طالبان سے مذاکرات اور بھارت سے تجارتی تعلقات قائم کرنے کا اشارہ دیا۔

امریکا چاہتا ہے کہ افغانستان سے اُس کی باعزت واپسی ہو جائے۔لیکن ہوائی اڈے اُس کی نگرانی میں رہیں۔ ہمارے جانے کے بعد بھارتی فوج اُس کا کنٹرول سنبھال لے۔امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے کابل کے دورے کے دوران بیان جاری کیا کہ بھارت ایک اہم ملک اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے اسے افغانستان میں اہم کردار کرتے ہوئے وہاں کا کنٹرول سنبھالنا چاہیے۔ بھارت ہر صورت پاکستان سے تعلقات بحال کرے۔

افغان قوم کو کیا ملا۔روس نے مداخلت کی تو دس سال کی لڑائی میں جانوں کی قربانی دے کر اُسے بے دخلی پر مجبور کیا۔سکھ کا سانس ابھی لیا نہیں تو امریکا نے حملہ کر دیا جس کی کارپٹ بمباری سے لاکھوں افراد لقمہ اجل بن گئے لیکن افغانی صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر مقابلہ کرتے رہے۔امریکا کو شکست کے آثار نظر آئے تو وہ بھارت کو علاقے کا تھانے دار نامزد کر کے جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

پاکستان اور بھارت میں دو جنگیں ہو چکی ہیں ۔کشمیر کا تنازعہ بدستور ہے اس لیے پاکستان کو مشرقی سرحد پر ہمہ وقت فوج کو چوکس رکھنا پڑتا ہے۔خدانخواستہ بھارت افغانستان کا کنٹرول سنبھالنے پر آمادہ ہو جائے تو پاکستان کی شمالی مغربی سرحد یقیناً غیر محفوظ ہو جائے گی۔ پاکستان کو امریکی حمایت کا انعام یہ ملے گا کہ وہ تین اطراف سے دشمن کے گھیراؤ میں آ جائے گا۔

امریکا کے دباؤ میں آ کر پاکستان کے کسی حکمران نے معاہدے میں سے حصہ لیا تو اُس کی سیاسی موت واقع ہو جائے گی اور پاکستان کی یک جہتی و سلامتی کو خطرہ لاحق رہے گا۔

پاکستان میں سول حکومت برسرِ اقتدار آئے تو امریکا کا مطالبہ شدت اختیار کر جاتا ہے کہ وہ نجکاری کے عمل کو تیز کرے روزِ روشن کی طرح حقیقت عیاں ہے کہ قومی اثاثوں کو بیچ کر سود کی قسط ادا کرنا اور سولنگ نالیوں کے تعمیراتی کام کی آڑ میں اسمبلی اراکین میں گرانٹ تقسیم کرنا حماقت ہے۔ یہ معاشی ترقی کی طرف نہیں تنزلی کی طرف قدم ہے ہماری موجودہ حکومت محبِّ وطن افراد پر مشتمل ہے۔ وہ نجکاری کے عمل سے دامن محفوظ رکھے گی۔

صہیونی مکاری سے ہوشیار باش رہنے کی اور اللہ کو اقتدار کا سرچشمہ تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان اس وقت واقعی انتشار کا شکار ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے پاکستان کسی قسم کی بیرونی جارحیت کے دوران سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد رہا ہے اور رہے گا۔

اہل مغرب مسلمانوں میں جذبہ جہاد منجمد کرنے کے لیے پلان بناتے رہے اور سازشیں کرتے رہے ہیں۔ امریکا اپنی مجبوری کے تحت روس کے خلاف لڑنے کے لیے مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کو برداشت کرتا رہا۔ ان شاء اللہ یہ جذبہ پائندہ و تابندہ رہے گا۔ اور سامراجی قوتوں کے عزائم خاک میں مل جائیں گے۔



سید محبوب شاہ کی رحلت

ہمارے دوست سید محبوب شاہ صاحب (سکھر، سندھ) طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے نیک سیرت اور صالح باپ کے صالح فرزند تھے۔ مرحوم کے والد حاجی شاہ صاحب میانوالی کے تھے بعد ازاں ڈی جی خان اور جام پور میں رہے۔ ان کے برادران محمد یعقوب شاہ، محمد محفوظ شاہ اور عبدالرب و عبدالوہاب شاہ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ انھیں صبر جمیل اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت سے نوازے۔ آمین

عبدالرحیم اظہر ڈیروی، المکتبۃ الکریمیہ الاسلامیہ چوک چورہٹہ ڈی جی خان۔

الاعتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمدللہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اپنے سفر کی 65ویں منزل میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی و فقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درسِ حدیث، علوم و معارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاعتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاعتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کر کے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات و خواتین، مساجد و مدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرِ تعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بہ ذریعہ منی آرڈر یا بہ ذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جا سکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے ''الاعتصام'' بڑا ممد و معاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب و سنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱۔ شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

تعلیم النحو

مؤلف: ابو ہشام ریاض اسماعیل

ضخامت: ۹۵صفحات

ناشر: دارالاندلس،۴لیک روڈ چوبر جی،لاہور۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عربی زبان ایک بابرکت زبان ہے۔ ہر زبان سیکھنے کے لیے کچھ قواعد وضوابط ہوتے ہیں۔ بیرونی علاقوں کے لوگ باقاعدہ دوسری زبان بولنے یا سیکھنے کے لیے اس کے قواعد وضوابط پڑھتے ہیں اور اپنے استاذ سے وہی زبان سیکھنے کی سعی کرتے ہیں۔

ہمارا مکمل دین عربی زبان میں ہے جو یہاں کے لوگوں کی زبان نہیں ہے۔علماء نے اس کی ترویج اور تعلیم کے لیے مختلف انداز میں اس کے قواعد تحریر فرمائے ہیں۔ ''تعلیم النحو'' بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے اس میں حرف،کلمہ، اسم،فعل اور اس کی اعراب وعلامات واقسام کا بالتفصیل تذکرہ اور قاعدے کلیے بیان کیے گئے ہیں۔تفہیم کے لیے امثلہ اور جدول بنائے گئے ہیں۔

محترم مؤلف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے یہ کتاب تیار کی ہے اور بڑے عمدہ انداز میں اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔۔مولانا ابوتقی حفیظ الرحمان لکھوی ﷾نے اپنی تقریظ میں اس کتاب کو''طرز جدید وقدیم'' قرار دیا ہے۔احباب مدارس اسلامیہ اس کتاب کو اپنے نصاب میں شامل فرمائیں اور طلباء خود بھی اس مفید کتاب سے عربی زبان سیکھنے کی کوشش کریں۔

اللہ کریم مولف کی یہ محنت شرفِ قبولیت سے نوازے،آمین۔



تعلیم الصرف

مؤلف: ابو ہشام ریاض اسماعیل

ضخامت: ۱۲۵صفحات

ناشر: دارالاندلس،۴لیک روڈ چوبر جی،لاہور۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عربی زبان ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیاری زبان ہے۔ ہر زبان کو سیکھنے کے لیے اس کے بنیادی قواعد و ضوابط سے ہی سب سے پہلے واسطہ پڑتا ہے۔تعلیم الصرف بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔جس میں مبتدی طلباء کے لیے عام فہم اندازِ تفہیم اختیار کیا گیا ہے۔علم صرف کے قواعد کی تعریفیں مختصر اور جامع انداز میں لکھی گئی ہیں۔کتاب دو مختلف رنگوں میں طبع کی گئی ہے۔

عربی گردانوں کے کا اردو ترجمہ بھی ساتھ دیا گیا ہے۔اردو سے عربی اور عربی سے اردو الفاظ بنانے کی تراکیب وترتیب اس کتاب میں عمدہ انداز سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

نئے انداز کی یہ کتاب یقیناً اساتذہ وطلباء مدارسِ عربیہ واسلامیہ کے لیے ایک تحفے سے کم نہیں۔ نصاب میں شامل کر کے اس کتاب سے مبتدی طلباء کی عربی میں استعداد بڑھائی جاسکتی ہے۔عمدہ کاغذ، طباعت اور کمپوزنگ بڑی نفیس کرائی گئی ہے۔ اللہ کریم مولف کی یہ محنت قبول فرمائے،آمین۔

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۹۰۲ عظیم الدین صدیقی
ع۸۵ع عظمت کے پھول، ص:۲۳۲۔ مجلس حضرت عثمان غنی، کراچی۔
۲۹۷ء۹۰۲ طٰہٰ حسین
ط۴۵ف الفتنۃ الکبریٰ: ۵۲۸۔ ادارہ طلوع اسلام، لاہور۔
۹۲۳ء۲ لینن
ل۹۶۷ل لینن پر امن بقائے باہم، ص: ۱۹۰۔ دارالاشاعت ترقی، ماسکو۔
۲۹۷ء۹۰۲ ڈاکٹر فضل الٰہی
ف۶۵ض لشکر اُسامہ کی روانگی؛ دروس اور عبرتیں، ص: ۱۲۵۔ ادارہ ترجمان اسلام، گوجرانوالا۔
۲۹۷ء۹ سعید احمد
س۱۷م مسلمانوں کا عروج و زوال، ص: ۳۶۸۔ ادارہ اسلامیات، لاہور۔
۲۹۷ء۹۰۹ ابوالحسن علی ندوی
ح۴۸م مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص: ۲۴۴۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء، لکھنو
۲۹۷ء۹۰۱ ابن خلدون
خ۶۱م مقدمہ ابن خلدون (مترجم: سعد حسن خان یوسفی)، ص: ۵۵۸۔ میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب، کراچی۔
۲۹۷ء۹ سیوطی
س۹۸م محبوب العلماء ترجمہ تاریخ الخلفاء (مترجم: محمد بشیر)، ص: ۶۳۲۔ مطبع پبلک پرنٹنگ پریس، لاہور۔
۲۹۷ء۹۰۲ محمد دین بٹ
م۹۹۹م مودودی صاحب کا نسلی تعصب (حصہ اول)، ص: ۱۷۲۔ چوک شہید گنج لنڈا بازار، لاہور۔
۲۹۷ء۹۰۳ محمد فاروقی
م۲۸۱م مکہ سے کربلا تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرطیں، ص: ۸۰۔ مرکز تحقیق حزب الاسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۹۰۳ محمد ادریس ہاشمی
م۴۷م مسئلہ ولی عہدی، ص: ۱۴۱۔ مکتبہ یادگار معاویہ چوک مدینۃ المدد پاک کالونی، راوی روڈ، لاہور۔
۲۹۷ء۹ ظفر عالم خطیب
خ۵۸و واقعہ کربلا بہ روایت حضرت محمد باقر، ص: ۲۷۔ مطبوعہ جنید برقی پریس، دہلی۔
۲۹۷ء۹۰۲ مسعود احمد
م۶۳و واقعہ جمل اور افسانہ جمل، ص: ۴۰۔ جماعت المسلمین اِدارہ مطبوعات اسلامیہ، کراچی نمبر ۳۸۔
۲۹۷ء۲ محمد طاہر نقاش
ن۸۱ص صلاح الدین ایوبی کی یلغاریں، ص: ۹۶۔ دارالبلاغ، لاہور
۲۹۷ء۹۰۴ حکیم فیض عالم صدیقی
ص۵۳ت تحقیق شہادت حسین، ص: ۳۲۔ انجمن تحفظ ناموس صحابہ، کراچی۔
۲۹۷ء۹ ڈاکٹر اسرار احمد
ا۳۸۷س سانحہ کربلا، ص: ۴۸۔ انجمن خدام القرآن، لاہور۔
۲۹۷ء۹۰۳ حسین احمد قریشی

ح ۵۲ س　سادات بنو اُمیہ، ص:۳۲۔ ناشر مکتبہ ربانیہ ضلع اٹک۔

۲۹۷ء۸۹۳ مجہول

م ۵۹۴ س　سنڈیمن میں کیا ہوا، ص:۱۹۔ ادارہ ضیاء الحدیث، لاہور

سیرت النبی ﷺ

۲۹۷ء۹۲۲ ساجدہ محمد حسین بٹ

س ۴۸ ل　اُسوہ حسنہ، ص:۱۶۳۔ ادارہ تالیف وتصنیف، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۹۴۲ محمد بشیر

م ۲۸ ل　اسوۂ حسنہ، ص:۱۳۳۔ الباسط اکیڈمی، ضلع بہاول نگر۔

۲۹۷ء۹۲۸ بیگم مسعود عبدہٗ (۲ عدد)

م ۲۸ ل　اُسوہ رسول شفقت ومحبت اور کمسن بچے، ص:۲۲۴۔ مشربہ علم وحکمت، لاہور۔

۲۹۷ء۹۴۴ حمید احمد خان

م ۴۸ ل　اسوہ حسنہ، ص:۸۷۔ مطبع عالیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۹۴۴ قاضی سلیمان منصور پوری (۲ عدد)

م ۳۸ ل　اُسوہ حسنہ (سیرت نبوی پر تین بے نظیر تقریریں)، ص: ۶۴۔ مکتبہ محمدیہ، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۹۴۴ محمد علی قطب

م ۲۸ ل　اُسوہ حسنہ (مترجم: ساجد الرحمان صدیقی)، ص:۸۸۔ اِسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۹۴۴ محمد عبدالحی

م ۲۸ ل　اُسوہ رسول اکرم ﷺ، ص: ۵۷۵۔ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار، لاہور

۲۹۷ء۹۴۴ ضیاء الدین کرمانی

ص ۲۸ ل　ابدی پیغام کے آخری پیغام بر (مترجم: اختر حسین ہاشمی)، ص:۶۱۷۔

۲۹۷ء۹۴۴ محمد گجر خان

گ ۱۸ ل　آنحضرت ﷺ کی تعلیمی پالیسی، ص: ۲۸۰۔ اقراء تدریب الاطفال، سانده خورد، لاہور۔

۲۹۷ء۹۲۲ محمد علی جانباز

ج ۲۵ ل　آل مصطفیٰ، ص:۳۲۸۔ مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، لاہور

۲۹۷ء۹۲۴ محمد منیر قمر

م ۲۸ آ　آئینہ نبوت، ص:۲۵۱۔ مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ، لاہور۔

۲۹۷ء۹۲۴ محمد منیر قمر

م ۲۸ آ　آئینہ نبوت، ص:۲۸۰۔ بزم الہلال جامعہ سلفیہ، لائل پور

۲۹۷ء۹۴۴ صہیب حسن

ص ۹۳۷ ل　اُمت مسلمہ کے موجودہ مسائل اور اُن کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں، ص:۳۶۔ جمعیت اہل حدیث لندن

۲۹۷ء۹۴۴ ابراہیم بن عبداللہ الحازمی

ل ۲۸ آ　آئینہ جمال نبوت، ص:۱۱۰۔ دار السلام۔

۲۹۷ء۹۴۴ محمد بن جمیل زینو

م ۵۷ ل　ادائیں محبوب ﷺ کی (مترجم: عباس انجم گوندلوی)، ص:۱۶۸۔ دار البلاغ، لاہور۔

۲۹۷ء۹۴۴ عبدالرحمان عزیز الہ آبادی

ع ۳۴۴ ا　امام کائنات ﷺ کی حیات طیبہ ماہ وسال کے آئینے میں، ص:۴۸۔ ادارہ امر بالمعروف حسین خانوالہ، پتوکی

۲۹۷ء۹۴۴ وحید الدین خان

و ۲۸ پ　پیغمبر انقلاب ﷺ، سیرت پاک کا علمی اور تاریخی مطالعہ، ص:۲۰۸۔ المکتبۃ الاشرفیۃ، فیروز پور روڈ، لاہور

۲۹۷ء۹۴۴ عزیز الرحمان

ع ۱۷ پ　پاکستان میں اردو سیرت نگاری ایک تعارفی مطالعہ، ص: ۱۷۵۔ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔

۲۹۷ء۹۲۲ ایم ڈی فاروق

م ۲۸ ت　تاریخ محمد، ص: ۵۷۸۔ ادارہ اشاعت قرآن وتاریخ

اسلام،۱۱۳/۳سی ماڈل ٹاؤن،لاہور۔
۲۹۷ء۹۲۲ عبدالحلیم شرر
ع۸۹۰ج جویائے حق ،ص: ۵۹۱۔ ناشر مجلس علم و ادب، راولپنڈی۔
۲۹۷ء۹۲۲ محمد حنیف ندوی،محمد اسحاق بھٹی
م ۲۸ ح چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں ،ص: ۳۲۶۔علم وعرفان پبلشرز، لاہور۔
۲۹۷ء۹۲۲ طالب الہاشمی
ط۲۸ح حسنت جمیع خصالہ،ص:۵۷۴۔القمر انٹر پرائزز، اُردو بازار، لاہور۔
۲۹۷ء۹۲۲ بشیر احمد
ب۲۸خ خاتم النبیین (حصہ اول)،ص:۳۳۸۔اِشاعت قادیان۔
۲۹۷ء۹۲۲ ایوب خان
ا۹۸ح حیات رسول،ص:۲۲۲۔ادارہ اشاعت قرآن۔
۲۹۷ء۹۲۲ بشیر احمد
ب۲۸خ خاتم النبیین (حصہ دوم)،ص:۵۶۴۔ بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان۔
۲۹۷ء۹۲۲ جلال الدین سیوطی
س۲۸خ الخصائص الکبری، ترجمہ غلام معین الدین نعیمی ۔ جلد اول،ص:۵۲۰۔مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔
۲۹۷ء۹۲۲ جلال الدین سیوطی
س۲۸خ الخصائص الکبری، حصہ دوم،ص:۶۰۶۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔
۲۹۷ء۹۲۲ طالب الہاشمی
ط۲۸خ خلق خیر الخلائق،ص:۲۷۴۔طہ پبلی کیشنز، لاہور۔
۲۹۷ء۹۲۲ محمد ادریس بھوجیانی
م۲۸خ خاندان نبوت،ص:۲۰۴۔مکتبہ رحمانیہ۔
۲۹۷ء۹۲۲ صفی الرحمان مبارک پوری (۲عدد)
ص۲۸ر الرحیق المختوم ،ص:۷۸۶۔المکتبۃ السلفیۃ ،شیش محل روڈ، لاہور۔
۲۹۷ء۹۲۲ محمد سلیمان منصور پوری
س۲۸م رحمۃ للعالمین، جلداول،ص:۲۹۵۔جلد دوم،ص:۳۷۳۔ جلدسوم،ص:۴۱۹۔اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔
۲۹۷ء۹۲۲ صفی الرحمان مبارکپوری (۲عدد)
ص۲۸م الرحیق المختوم،ص:۶۸۷۔المجلس العلمی علی گڑھ۔
۲۹۷ء۹۲۲ قاضی سلیمان منصور پوری
م۴۸ر رحمۃ للعالمین ، جلد اول ،ص: ۳۰۱۔ جلد دوم ،ص: ۳۹۰۔ جلد سوم ،ص: ۴۳۰۔ دارالحدیث بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔
۲۹۷ء۹۲۲ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
م۴۸ر رحمۃ للعالمین ،مکمل تین جلدیں ۹۳۵۔ مرکز الحرمین الاسلامی۔
۲۹۷ء۹۲۲ طالب الہاشمی (مجموعہ ۴ کتب)
ی۴۸ر رحمۃ عالم ﷺ کی شانِ جہانبانی ،ص: ۵۰۔صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا چوک نشتر روڈ، کراچی۔
۲۔ حافظ محمد ایوب۔مقصود کائنات ،ص: ۴۸۔ مکتبہ رازی محمد بن قاسم روڈ، کراچی۔
۳۔ ثناء الحق صدیقی ۔غزوات نبوی : ۱۶۰۔ چوک اکیڈمی 141/1 گولیمار کراچی۔
۴۔محمد رحیم دہلوی۔شجرہ رسول مقبول ،ص: ۵۸۔مکتبہ رضیہ لارنس روڈ، کراچی۔
۲۹۷ء۹۲۲ سید سلیمان ندوی
س۴۸ر رحمت عالم ،ص: ۱۳۸۔حسن برادر،س بی اوکٹن گنج بازار، پورنیہ۔
۲۹۷ء۹۲۲ طالب الہاشمی
ظ۴۸ر رحمت دارین ،ص: ۸۶۹۔ القمر انٹر پرائزز غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟

قوم کی قوم ہی آسودہ غفلت ہے ابھی
کیا کسی اور تباہی کی ضرورت ہے ابھی
سنگ و آہن کے بھی سینوں میں شرر جاگ اُٹھے
چشم انسان ہے کہ محروم بصیرت ہے ابھی
قصر و اِیواں کی بہاروں کا وہی عالَم ہے
جھونپڑوں کی وہی اجڑی ہوئی حالت ہے ابھی
خواہ دفتر کے ہوں ایواں کہ تصوف گاہیں
وہی حلوے، وہی مانڈے ، وہی رشوت ہے ابھی
یہ بھی اک مصلحتِ وقت کا ہے لطف و کرم
شیخ کے سر پہ جو دستار فضیلت ہے ابھی
وہی شاہانہ تجمل، وہی محلوں کا شکوہ
وہی جلوت، وہی خلوت، وہی نخوت ہے ابھی
لب پہ وہ مہرِ خموشی کہ الٰہی توبہ!
دل کا یہ حال کہ لبریز شکایت ہے ابھی
وہی قانون فرنگی، وہی دستورِ عمل
وہی خود ساختہ آئینِ سیاست ہے ابھی
ہم نے مانا کہ ہیں آزاد زمینوں کے حدود
نگہ و دل پہ تو غیروں کی حکومت ہے ابھی
آنکھ پھر منتظرِ صبحِ قیادت ہے ابھی
ایک فاروقؓ کی دنیا کو ضرورت ہے ابھی

(ماہر القادری)